علم فیصلہ در اسلام
قرآن و حدیث کی روشنی میں

مصنف آیہ اللہ العظمی ڈاکٹر محمد صادقی تہرانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد اللہ رب العالمین....

قضاوت یعنی فیصلہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں ایک منصفانہ اور عادلانہ حکم ھے طرفین یا اطراف نزاع کے درمیان یہ تمام منصبوں میں عظیم ذمہ داریوں کا حامل منصب ھے بالخصوص حکومت با سعادت اسلامی اور مسلمانون کا رھبر بھی ھر عصر اور زمانہ میں منصب کا مالک ھوتا ھے اگر لوگون میں افقہ، اعلم اور پرھیزگار ھو کیونکہ اس کا فیصلہ تمام امت مسلمہ کے پیش نظر ھوتا ھے.

جس طرح یہ ضروری ھے کہ امت کا امام اور رھبر اسلامی دو پھلووں کے لحاظ سے یعنی فقھی اور اجتھاد تمام امت کی ... سب سے بلند ترین درجہ پر فائز ھو اسی طرح شرعی قاضی(جج) کو بھی ایسے فیصلہ کے حدود میں ان دونوں پھلووں کا حامل ھونا چاھیے تاکہ شرعی حاکمیت، ولایت اور قضاوت یعنی فیصلہ کو اس درمیان شائستگی کے ساتھ احراز کرسکے.

جس طرح تمام امت کے لئے مقام امامت اور رھبری سرنوشت ساز ھے اسی طرح مقام قضاوت (فیصلہ) بھی اپنی حد میں مسلمانوں کے اموال عزت و آبرو، ناموس اور جانوں کی سرنوشت کا ذمہ دار ھے. یہ خود ھی امامت اور رھبری کا دوسرا نسخہ ھے، اگر کچھ موارد میں فیصلہ کے امور کو سنبھال نہ سکے تو شرعی قضات اس کی نیابت اور معاونت میں کتاب وسنت کی روشنی میں حق و حقیقت کی پاسدار کرنے کے لئے اس سنگین ذمہ داری کا ذمہ دار ھے.

حکومت اور قضاوت دونوں ھی ایک معنی ھے اور کبھی ایک ھی معنی ھے ، سوائے اس کے کہ حکومت زیادہ تر پوری امت کی رھبری ھے اور قضاوت امت کے افراد کے درمیان ھے، اگرچہ قضاوت کبھی کبھی اسی وسیع معنی میں حکومت ھی کو کھتے ھیں. حکم اور حکومت، عوامی نقصان دہ بکھراؤ کو جوڑنا ھے اور قضاوت بھی اسی پیوند کے معنی میں ھے بھر صورت دونوں ھی ایک جنس اور ایک اصل ورثہ سے ھیں.

حکومت اور قضاوت پھلے مرحلہ اور مرتبہ میں پھلا حاکم اور قاضی(اللہ) سے مخصوص ھے اور انبیاء ائمہ اور فقھا اپنے درجوں، مراتب اور شائستگی کے لحاظ سے امور سے مخصوص اس مقام اور مرتبہ میں(اللہ) کے نمائندے ھیں.

اللہ کا فیصلہ تکلیف اور جزا دونوں کو شامل ھے کہ « ان ربک یقضی بینھم بحکمہ وھو العزیز العلیم» ...وان ربک یقضی یوم القیامہ...پھلی آیت میں خدا کا فیصلہ دونوں جھان کو شامل ھے اور بعد کی آیت میں جھان آخرت کو شامل ھے

بهر صورت تمام جهتوں سے مناسب اور حق فیصله کرنا سارے مرحلوں اور مقامات پر (الله) مخصوص هے که « والله یقضی بالحق والذین یدعون من دونه لا یقضون بشیئ» خدا حق پر مبنی فیصله کرتا هے اور جو لوگ خدا کے علاوه کو پکارتے هیں یا غیر الله کو پکارتے هیں وه کسی صورت حق فیصله نهیں کرتے(مچھ کے برابر بھی اهمیت نهیں رکھتے)

دوسرا قاضی(منصف)رسولخدا(ص)

الله سبحان کی وحی کے مطابق خدا کے رسول دوسرے قاضی هیں اور « کوئی مومن مرد عورت (الله) اور اس کے رسول کے فیصله کے سامنے خودسری اور من مانی کرنے کا حق نهیں رکھتا « وَ ما كانَ لِمُؤْمِنٍ وَ لا مُؤْمِنَةٍ إِذا قَضَى اللَّهُ وَ رَسُولُهُ أَمْراً أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِم»

نتیجه یه هو گا که اگر خدا کے رسول کے علاوه کو اپنے امور زندگی میں حاکم اور قاضی بنائیں تو وه هر گز ایمان نهیں رکھتے « فَلا وَ رَبِّكَ لا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فيما شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لا يَجِدُوا في أَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوا تَسْليما»

پس تمهارے رب کی قسم ایمان نهیں لائیں گے مگر وه لوگ جو تم کو اپنے اختلاف میں قاضی اور حکم قرار دیں اور تمهارے حکم کے بعد جاهلیت کی بنیاد پر فیصلے اور حکام یکسر خطرناک نادان هیں جز خدا کے حکم کے«أَ فَحُكْمَ الْجاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَ مَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْماً لِقَوْمٍ يُوقِنُون»

کیا وه لوگ جاهلیت کا فیصله چاهتے هیں (اور جهالت کی راه طے کرتے هیں) حاکمیت کے اعتبار سے خدا سے کون بهتر هے اس گروه کےلئے جو یقین رکھتے هے(اور باور کرتا هے)

« إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلَّهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَيْرُ الْفاصِلين»

حاکمیت اور حکمیت (فیصله) نهیں هے مگر خدا کے لئے، حق کو (باطل سے) جدا کر دیتا هے (اور صرف حق درمیان میں رکھتا هے) وه (لوگوں کے درمیان) بهترین جدا کرنے والا هے. خدا کے رسول بھی حاکم هیں اور صرف و صرف خدا کے سے حکومت اور حکمیت رکھتا هے که « وان الحکم....» اور یه که جو کچھ خدا نے نازل کیا هے اس کے سهارے حکم کرو اور اپنی نفسانی خواهشات کی پیروی نه کرو اور صرف رسول کی حاکمیت قرآن اور سنت کو بنیاد پر هے اور کچھ نهیں هے «إِنَّا أَنْزَلْنا إِلَيْكَ الْكِتابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِما أَراكَ اللَّهُ وَ لا تَكُنْ لِلْخائِنينَ خَصيما

وَ اسْتَغْفِرِ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ كانَ غَفُوراً رَحيماً »

یقیناً هم نے تمهارے طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی تاکه جو کچھ خدا نے دکھایا هے اور رهنمائی کی هے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصله کرو اور غداروں کے هم سخن نه هو جاؤ(اردو قر.............)
جو لوگ حکم الهی کے سامنے خاضع نهیں هیں اور چاهتے هیں که تمهیں بهی اپنی نفسانی خواهشات کا تابع بنالیں(تو) هر گز ان سے روبرو نه هو) اور خدا سے طلب مغفرت کرو که وه بخشنے والا اور مهربان هے (که مقام حاکمیت لغزشوں کا گڑها هے اور حکم الهی سے معمولی انحراف بهی گناه هے) پیغبر هر گز حاکمیت وغیره میں گناه کے مرتکب نهیں هیں اور مغفرت کی درخواست صرف اس معنی میں هے که خدا اسی طرح گمراهوں کا راسته بند کردے جو رسول کی .... کی فکر میں هیں اور یهی عصمت کے معانی هیں.

یه ایک دقیق تنبیه اور وارننگ هے، حکام شریعت اور قاضیوں کے لئے که فیصله لڑکهڑانے کی جگه هے اور خطر ناک جگه لهذا اس کے لئے خدا سے پناه مانگنا چاهیے اور وه غدّار جو حاکمیت الهی سے منحرف اور رو گردان هونے کی فکر میں اُن سے دوری اختیار کرو هم سوره مائده که ٤٤ و ٤٥ آیات میں پڑهتے هیں« وَ مَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِما أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولئِكَ هُمُ الْكافِرُونَ »...الظَّالِمُون . . . الْفاسِقُون»

جو لوگ خدا کے نازل کرده (قانون) کے مطابق حکم نه کریں تو یه لوگ کافرین، ظالمین اور فاسقین میں هیں اور یه که حکم (فیصله) نه کریں اس معنی میں نهیں هے که هر قسم کے خواه خدا کا حکم هو یا غیر خدا کا ساکت ره جائیں کیونکه جو لوگ مقام حاکمیت اور فیصله میں نه هوں گے وه اس مقام کی لیاقت نهیں رکهتے یا رکهتے هیں لیکن اس مقام پر نهیں هیں که دوسرے لوگ کافی حد تک اس فریضه کو عملی کرتے هیں ان لوگوں نے کسی واجب کو ترک نهیں کیا اور نه کسی حرام کے مرتکب هوتے هیں تاکه کافروں وغیره کے زمره میں قرار پائیں بلکه اس سے مراد وه لوگ هیں جو مقام حاکمیت میں واقع هوتے هیں لیکن حکم خدا سے خاموش هیں یا اس سے بد تر که خدا کے نازل کرده (قانوں) کے خلاف حکم کرتے هیں خواه شائتگی نه رکهتے هوں اور قاصر هوں یا بدتر جان کر خدا کے حکم کے خلاف قضاوت اور حکم کرتے هیں اور یه چیز حکم فتوی، فیصله یا اسلام کے سیاسی احکام سے اعم هے یعنی سب کو شامل هے که سب کچھ کتاب اور سنت کی روشنی میں هونا چاهیے.

حضرت امام جعفر صادق(ع) سے روایت ھے که آپ نے فرمایا: العلم ثلاثه کتاب وسنه ولا ادری».[1] علم تین قسم کا ھوتا ھے: کتاب، سنت اور میں نھیں جانتا که اگر کتاب اور سنت سے کوئی حکم حاصل نه ھو تو صرف فریضه(نھیں جانتا ھوں) ھے اور بس.

آخر کار حکمت اور حاکمیت یا اسیی ھے یا طاغوتی اور اس کے علاوہ کچھ نھیں « أَ لَمْ تَرَ إِلَى الَّذينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِما أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَ ما أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُريدُونَ أَنْ يَتَحاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَ قَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَ يُريدُ الشَّيْطانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلالاً بَعيداً»

باطل فیصله سے متعلق آیات و روایات کی روشنی میں دو پھلو کی حامل شدید حرمت ظاھر ھے که نا اھل افراد کا فیصله بھی حرام ھے اور ایسے لوگوں کے پاس نزاعی مسئله پیش کرنا یا نا اھل کوئی بھی ھو کے پاس اپنے اختلاف کو لے جانا که فیصله کے شرعی موازین کے حامل نھیں ھیں ایسا شخص طاغوت اور اھل جھنم ھے خواہ جان بوجھ کر حق کے خلاف حکم کرے یا انجام میں گرچه کبھی حق کے ساتھ حکم کرے تینوں صورتوں میں وہ جھنمی ھے چنانچه حضرت امام صادق(ع) سے منقول ھے
« ألقضاة أربعة ثلاثة فى النار و واحد فى الجنة رجل قضى بجور وھو يعلم فھو فى النار و رجل قضى بجور وھو لا يعلم فھو فى النار و رجل قضى بالحق و ھو لا يعلم فھو فيى النار و رجل قضى بالحق و ھو يعلم فھو فيى الجنة» منصف حضرات چار طرح کے ھیں : ان میں تین قسم کے لوگ جھنمی ھیں اور ایک جنتی ھے جو شخص جان بوجھ کر نا حق فیصله کرے وہ جھنمی ھے.
اور وہ لوگ جو نادانسته نا حق اور ظالمانه فیصله کرتے ھیں وہ بھی جھنمی ھیں، اور وہ لوگ جو نا دانسته حق فیصله کرتے ھیں وہ بھی جھنمی ھیں اور جو شخص حق کا فیصله کرے جبکه احکام شرعی کو جانتا ھو وہ جنت میں ھے.
یھاں پر حق کا دانسته طور پر فیصله کرنا اس بات میں منحصر نھیں ھے که در حقیقت کوئی غلطی نھیں ھے که یه معصوم قاضیوں میں منحصر ھے، دانسته سے مراد قضاوت اور فیصله کے حدود و حالات کا جاننا اور فیصله کی لیاقت اور شائستگی رکھنا ھے تاکه شرعی معیاروں کے مطابق فیصله کریں کیوں که اس کا فیصله حق ھے خواہ واقعیت کے مطابق ھو. یا مطابق نه ھو جب معذور ھو ، جیسا که مقام فتوی میں بھی ایسا ھی ھے. لیکن دیگر تین گروہ اُن کا ھے جو حق فیصله نھیں کرتے اور روایت کی ترتیب کے ساتھ درجه ذیل ھیں.
جان بوجھ کر باطل فیصله کیا خواہ قضاوت کا علم رکھتا ھو یا نه رکھتا ھو یا قضاوت کا بالکل علم ھی نه رکھتا ھو اور باطل فیصله کر دیا ھو بلکه وہ لوگ بھی

[1] – محجة البيضاء، فيض كاشانى.

جو نا دانسته حق فیصله کرتے هیں یه تینوں هی (اپنے اپنے گناهوں کے لحاظ سے) جهنمی هیں کیونکه اُن کے پاس فیصله کرنے کی لیاقت نهیں هے اور کسی نا اهل کو مسند قضاوت پر بٹھانا شریعت کے خلاف هے، خواه علمی اعتبار سے نا اهل هو یا عملی اعتبار سے یا کسی قسم کی نا اهلی هو، جبکه اگر کوئی شریعت کی روشنی میں فیصله کرنے کی اهلیت رکھتا هو اگر خطا کر جائے تو نجات پائے گا ، لیکن اگر نا اهل صحیح طور پر قضاوت بھی کرے تو بھی نجات نهیں پائے گا کیونکه اس بلا وجه اس نازک اور حاس ذمه داری اپنے سر لے تی هے اور شریعت کے خلاف احکام صادر کرتا هے اس بنا پر اس کا حق حکم کرنا بھی باطل هو جائے گا کیونکه اس نے باطل اصول کا سهارا لیا هے. اور یه بالکل نا اهل فتوی اور تفسیر بالرائی کے مانند هے که اگر اتفاقاً حق سے ا سازگار بھی هو (کان مصیرة الی النار) اس کا انجام جهنم هے که اصولی طور پر نا اهل کو کسی ایسے مسند پر نهیں بٹھنا چائیے جس کا وه اهل نهیں هے نیز حضرت امام صادق(ع) سے مروی هے :« الحکم حکمان حکم الله عزّ و جلّ و حکم أهل الجاهليّة فمن أُخطأً حکم الله حکم بحکم أهل الجاهليّة» حکم کی دو قسم هں: (حاکمیت، حکمیت، فتوی اور قضاوت سب کو شامل هے)

ایک خدا وند سبحان کا حکم اور ایک اهل جاهلیت کا حکم پس جو شخص بھی خداوند عزوجل سے تجاوز کرے گا وه جاهلیت کے مطابق فیصله کرے گا یهاں بھی حکم خدا سے مراد وه حکم هے جو شریعت الهیه(قرآن اور حدیث) کی روشنی میں عدالت کے سارے معیاروں کی رعایت کے ساتھ انجام پائے که یه حکم بهرصورت خدائی حکم هے خواه واقع کے مطابق هو چنانچه عام طور پر اس کے شرائط کی رعایت کے ساتھ ایسا هی هے یا کبھی کبھی حاکم کے معصوم نه هونے کی وجه سے واقع کے خلاف هو تو اپنے حکم میں معذور هے اور نه هی خدا کا اصلی حکم! که ممکن صورت میں بعد کی معلومات میں اس کی تلافی هو جائے ورنه معذور هے – نتیجتاً هر وه حکم جو الهی معاروں کے خلاف یا بعض اس معیار پر صادر هو اگر یه حکم بھی اتفاقی طور حق کے مطابق هو پھر بھی اهل جاهلیت کا حکم هے کیونکه خود منصفانه حاکمیت کے معار سے خارج هے اور یه جهالت و خادانی هے اصولی طور پر ایسا نهیں هے که اهل جاهلیت کا حکم سو فیصد باطل هو اور اهل شریعت کا حکم سو فیصد حق هو ، اهم یه هے که حکم شریعت کی بنیاد پر کتاب و سنت کی روشنی میں هو(که اکثر واقعی هے) یا نه هو که اکثر باطل اور واقعیت کے خلاف هے.

ان احادیث میں معصومین(ع) کی مراد صرف ان احکام کی رپورٹ هے جو غیر معصومین سے صادر هوتی هے اور غیر معصوم نا خواسته خطا

اور تمام معیاروں کی رعایت کرتا هے که اگر جان گیا تو اسی کی تلافی هونی چاهئے ورنه معذور هے.

جاهلیت کا حکم غیر معصوم سے مخصوص نهیں هے بلکه اگر مسلمان بھی اسلامی طریقے سے حکم نه کرے تو اس کا حکم جاهلیت کا حکم هے اور اس

حدیث میں بھی یه نهیں فرمایا که ایسا حاکم خود (جهنمی) هے بلکه (فقد حکم بحکم اهل الجاهلیه) اس نے حکم جاهلیت کی طرح حکم کیا هے.

اور جمله (فاخطاء) بھی نا حق فیصله کرنے والے منصفوں کے بارے میں خطا اور غلطی کے معنی میں معذور نهیں هے که غیر معصوم قاضی کبھی غلطی کرتا هے بلکه خطا حکم کے طریقه میں هے که اسلامی فیصله کے شرائط کو عملاً ترک کر دیا هو یا انجانے میں منصب قضاوت پر بٹھ جائے اور فیصله سنائے، چنانچه اگر کوئی شخص فیصله کرنے کی صلاحیت نه رکھتا هو اگر وه اپنی تمام تر کوششوں اور باریک نگاهی کو حق فیصله سنانے کے لئے آماده کرے اور حکم بھی اتفاق سے حق هو تو ایسی قضاوت باطل اور حق کے خلاف هے اور یه قاضی جهنمی هے.

چنانچه حضرت امام جعفر صادق(ع) سے مروی هے« ای قاضٍ قضی بین اثنین فأخطأ سقط أبعد من السماءِ»[1]کوئی منصف بھی اگر دو آدمیوں کے درمیاں فیصله کرے اور اس میں خطا کر جائے تو وه آسمان سے دور ترین جگه سے زمین پر گر جائے گا.

حضرت امام محمد باقر(ع) سے مروی هے:جو شخص بھی دو درهم کے بارے میں غلط فیصله کرے وه کافر هوگیا هے) حضرت کی یه فرمائش آیه کریمهً «وَ مَنْ لَمْ یَحْکُمْ بِما أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولئِكَ هُمُ الْکافِرُون»

کی روشنی میں هے که اگر کوئی حکم کتاب اور سنت کی روشنی میں نه هو (جو بھی هو اور جس شخص سے هو) کفر کا حکم هے اور پیمغبر اکرم(ص) کی سند سے هے که آپ نے فرمایا:« لسان القاضی بین جمرتین من نار حتی یقضی بین فإما الی الجنة آوالی النار»:

قاضی کی زبان آگ کے دو ٹکٹرون کے درمیان هے که لوگوں کے درمیان قضاوت کرے پس یا جنت کی طرف هے یا جهنم کی طرف) که اگر معصوم نه هونے کے اقتضاء سے ناحق فیصله کرے تو یه حکم آگ هے گرچه خود وه معذور هے لیکن ممکن حد تک اس کی تلافی کرنی چاهیے! حضرت امام جعفر صادق(ع) سے مروی هے«ایاکم أن یحاکم بعضاکم بعضاً الی أهل الجور ولکن أنظروا إلی رجل منکم یعلم شیئاً من قضایانا فاجعلوه بینکم فإنی قد جعلته قاضیاً فتحاکمو إلیه»:

صاحبان ظلم وجور کے پاس اپنے فیصله لیکر نه جاؤ لیکن اپنے میں سے ایسے شخص کے بارے میں غور کرو جو همارے مسائل سے کچھ باخبر هو اور اسی کو اپنا قاضی اور حکم سنائے یقیناً میں نے اسے قاضی قرار دیا هے لهذا اپنے فیصلوں اور معاملوں کو ایسے کے پاس کر جاؤ کلینی رح کی روایت میں (قضایانا) کی جگه(قضاءنا) ذکر هوا هے هر صورت مقصود یه هے که شریعت کا

[1] – وسایل الشیعه،ج۱۸،باب۳،ح۱۸.

قاضی اور منصف عادل اور اسلامی فیصلہ کی کفیت(اور روش) سے آگاہ ہو ، صرف احکام قضاوت کا جاننا کافی نہیں ھے بلکہ علم قضا اور عدالت کے احکام کے علاوہ فیصلہ میں ائمہ معصومین(ع) کی روش بھی جانتا ہو ورنہ فیصلہ کرنے کا حق نہیں رکھتا (مفصل گفتگو قاضی اور حاکم شرح کے مثبت اور منفی شرائط کے باب میں آئے گی)

رسول خدا(ص) سے مروی ھے«من حکم فی درھمین بحکم جورٍ ثم جبر علیه کان من أهل هذه الأیه«ومن لم یحکم بما أنزل الله فأولئک هم الکافرون»»جو شخص بھی دو درھم میں ظالمانہ (غیرمنصفانہ) حکم اور فیصلہ کرے اور آگے زبردستی اجرا کرے تو واھی آیت کا مصداق ھے: (اور جو شخص بھی خدا کے نازل کردہ (حکم کے مطابق) فیصلہ نہ کرے وہ کافروں میں سے ھے)

میں نے کہا: کس طرح مجبور اور زبردستی کرتے ھیں؟ فرمایا: کوڑے اور جیل کی دھمکی کے ذریعہ پھر حکم کرتے ھیں اگر وہ راضی ہو گیا تو ٹھیک ورنہ اُسے کوڑے مارتے اور جیل میں ڈال دیتے ھیں.

حضرت امام محمد باقر(ع) سے مروی ھے کہ بد ترین جگھوں میں سے وہ عدالت اور کورٹ ھے جھاڈ قضاة اور امراء فیصلہ کرتے ھیں حضرت امیر المؤمنین(ع) سے مروی ھے کہ آپ کی آنکھوں میں شدید درد ھوا تو رسولخدا(ص) آپ کی عیادت کرنے گئے تو دیکھا کہ علی(ع) درد کی شدت سے بے قرار ھیں فرمایا: اے علی نالہ جزع ھے یا درد؟ آپ نے فرمایا: یا رسول اللہ! اب تک اتنا شدید درد کبھی نہیں ھوا تھا رسول خدا (ص) نے فرمایا: اے علی! جب موت کا فرشتہ فاجر کی روح نکالنے آتا ھے تو لوگ کی سلاخوں سے اس کی روح نکالتا ھے تو جھنم فریاد کرتا ھے.

علی (ع) اچانک بیٹھ کر کھنے لگے: اپنی بات کی تکرار فرمائے کہ اس کا تصور میرا درد بھلا دیتا ھے، آیا آپ کی امت میں کوئی اب دردناک عذاب دیکھے گا؟ فرمایا: ھاں! حکاّم جور، ظالم اور ستمگر حکاّم اور قضاوت، یتیم کا مال کھانے والے اور جھوٹی گواھی دینے والے ھیں. یھاں پر ظالم و جابر قاضیوں کے دردناک عذاب سن کر رسولخدا(ص) کے بعد عالم اسلام کی شخصیت کا شدید ترین درد بھول جاتا ھے ، کیونکہ؟ ان سے کیا ربط رکھتا ھے؟ آخر وہ بھی ایک قاضی اور منصف ھیں لیکن عدل و انصاف کے قاضی اور رسول خدا(ص) کی فرمائش کے مطابق(اقضاکم علی) وہ فیصلہ کا بھترین نمونہ ھیں لیکن ظالم و جابر قاضیوں کا دردناک عذاب سن کر آپ کا شدید ترین درد جاتا رھا

شرعی قاضی اور منصف کے فیصلہ کرنے کا طریقہ سراپا عدالت ھوا اور کبھی دو نظری نہ ھو یھاں تک کہ دل میں بھی خداسے یہ طلب نہ کرے کہ فلاں کی طرف حق دے کہ طرفین دعوی مول سے کسی ایک طرف رجحان نہ ھو، جیسا کہ حضرت امام باقر(ع) سے مروی ھے:

(بنی اسرائیل ایک قاضی تھے کہ ھمیشہ حق اور عدالت کے محور پر فیصلہ کرتے تھے، اس نے اپنی موت کے وقت اپنی بیوی سے کھا میرے مرنے کے بعد

مجھے غسل و کفن کرنا اور مجھے تابوت میں رکھ دینا اور میرے چھرے کو ڈھانپ دینا که کبھی برا منظر نهیں دیکھو گی . جب وه مر گیا تو اس کی بیوی نے اس کے حکم کے مطابق وه سب کچھ انجام دیدیا جو اُس نے حکم دیا تھا لیکن اسنے شوهر کا چهره ڈھانپنے کے بعد دوباره اسے کھولا که کیا دیکھتی هے اُس نے دیکھا که ایک کیڑا اس کے گله کو چبا رها هے، بهت پریشان هوئی جب رات هوگئی تو اس کا شوهر اس کے خواب میں آیا اور اس نے اپنی بیوی سے کها: اگر تم پریشان هوگئی هو تو جان لو که جو کچھ تم نے دیکھا هے وه تمهارے فلاں بھائی سے مربوط تھا که اسنے فریق مخالف کے ساتھ میرے پاس آیا تو میں کها: خدایا! اس بھائی کے حق میں فیصله کر اور حق اس کا مقدر قرار دے جب انهون نے اپیل کی اور کورٹ میں آئے تو ایسا هی هوا جو میں چاهتا تھا اور فیصله کے ترازو پر بخوبی حق اس کی طرف پایا اور میں نے میزان عدالت سے اس کے حق میں فیصله کیا.

نتیجه اس کا یه هوا که جو تم نے دیکھا اُس سے میں دوچار هوا اگرچه میرا باطنی رجحان اس کی طرف تھا اگرچه حق بھی اسی کے ساتھ تھا. یهاں پر فیصله میں غیر جانبداری اس درجه نمایاں هے که منصف کو کلی طور پر کسی ایک فریق کی نسبت اسنے باطنی میلان سے خالی هو.

اس کا دل ان باتوں سے یهاں تک خالی اور پاک هو که خداسے بھی اسنے پسندیده محبوب شخص کے حق میں فیصله کی چاهت اور آرزو نه هو بلکه همیشه اس کی خواهش خدا کی مرضی اور خواهش هونی چاهیے اور هر مرحلے میں حق کا طلبگار هو. حق فیصله کی طرف کی توجه اور حق کو عام کرنے کا خیال رکھتا هو اگرچه اس کے دشمن کے نوع میں اور اس کے دوست کے نقصان میں هو، چنانچه قرآن کریم کا ارشاد هوتا هے: (کونو قوامین...ص۱۷. زیاده سے زیاده قسط کا قیام کرو(قسط(عدالت) کو عملی جامه پهناؤ) اور خدا کےلئے گواه بنو اگرچه تمهارے نقصان هی میں هو. آداب قضاوت (فیصله) کے ابواب میں بے شمار روایات آئی هیں که قاضی شرع کے بارے میں حساس ترین مسؤلیت کو بیان کرتی هیں خبر میں هے که ایک شخص چند دنوں تک حضرت امیر المؤمنین علی (ع) کا مهمان رها اس کے بعد اُس شخص کے خلاف بیان کیا جس کے بارے میں پهلے کچھ نهیں کها تھا. فرمایا: تمهاری کسی سے اختلاف اور نزاع هے؟ اس نے کها : هاں! فرمایا: مجھ سے دور هو جا که رسولخدا(ص) نے کسی ایک فریق مخالف کی مهمانی کرنے سے منع کیا هے مگر یه که دوسرا فریق اس کے همراه مهمانی میں شریک هو.[1]

یهاں پر امام معصوم(ع) اس شخص کو اپنے گھر سے نکال دیتے هیں کیونکه ان حضرات کو فیصله کرنے میں کوئی عامل گمراه نهیں کرسکتا. تاکه فیصله کی

[1] – کافی، باب ادب الحکم،خبر٤ اور تهذیب،باب آداب الحکم،جزء٤،از کتاب قضاء.

روش کے خلاف فیصلہ کیا ہو تاکہ دوسرے افراد اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور یہ نہ کہیں کہ ہم عادل اور انصاف پسند میں اورایسا ویسا کیونکہ جو بھی ہو جاؤ علی (ع) جسیے نہیں ہوا!.

چند روایات کی روشنی میں شرعی کو دو فریق (طرفین نزاع) کے ساتھ یکساں رفتار کرنی چاہیے یہاں تک کہ بٹھینے، احترام، نظر کرنے، بات کرنے اور جواب سننے میں بھی جیسا کہ رسولخدا(ص) سے مروی ہے:

« من ابتلی بالقضا فلیسوّ بینهم فی إلاشارة والمنظر فی المجلس»جو شخص بھی قاضی اور منصف ہو جائے تو اسے طرفین نزاع کے درمیان غایت درجہ مساوات اور برابری رکھنا چاھیے . یہاں تک کہ اشارہ اور نظر کرنے میں بھی (کلینی و شیخ طوسی سکونی کی امام جعفر صادق(ع) کی ایک سند کے ساتھ) حضرت امیر المؤمنین علی(ع) سے قضاوت اور فیصلہ کرنے کے عمومی آداب کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے قاضی شرع سے فرمایا:)(غداروں، لیٹروں اور ان لوگوں کی طرف نگاہ جو مسلمانوں کے اموال ادا کرنے میں تاخیر کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ظلم کو روا سمجتھے ہیں اور وہ مالدار طاقتور افراد جو صاحبان حقوق کا حق ادا کرنے سے مانع ہوتے ہیں اور مسلمانوں کے اموال قاضیوں (ججوں) کو رشوت میں دیتے ہیں، ان نا اھلوں سے مظلوم اور ستمدیدہ لوگوں کے حقوق واپس لو ان کے باغات اور گھروں کو مظلوموں کے حقوق واپس کرنے کے لئے فروخت کر ڈالو کہ میں نے رسولخدا(ص) سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: مالدار مسلمان کو مہلت دینا غریبوں اور ناداروں پر ظلم ہے. اور اگر مقروض کے پاس نہ کوئی باغ ہو اور نہ ھی گھر اور کوئی مال تو اُس کے خلاف راہ نہیں ہے.

اور جان لو کہ لوگوں کو حق پر وھی آمادہ کرسکتا ہے جو باطل سے واپس لے سکتا ہو، پھر کورٹ میں لوگوں کے ساتھ رفتار و گفتار اور نشت و برخاست کے لحاظ سے برابری کرو تا کہ تمھارے قریبی افراد حکم الھی سے تجاوز کرنے کی قسم سے امید نہ رکھیں اور تمھارے دشمن تمھاری عدالت سے نا امید نہ ہوں- اس کی جگہ اُن سے قسم کھلاؤ کہ بھترین واضع اور پائیدار فیصلہ یھی ہے اور جان لو کہ بعض مسلمان بعض کی نسبت عادل ہیں جز اس شخص کے جس نے حد شرعی میں کوڑے کھائے میں اور تو یہ نہیں کیا اور جو شخص جھوٹی گواھی دینے سے مشھور ہو اور ایسا بد گمان کہ جس کا اس کے اور اُس کس نسبت گمان اور خیال برا ہے ایسا نہ ہو کہ کورٹ (عدالت) میں بددل، تنگ دل اور تاریک دل ہو جاؤ اور خود ناراض ہو ایسی عدالت جس کے لئے خدا نے اجر معین فرمایا ہے اور فیصلہ کے لئے ایک بھترین ذخیرہ ہے کہ حق کا فیصلہ کرتے اگر فریق مخالف میں سے کوئی ایک غائب گواھوں کا دعوی کرتے تو اسے مہلت دو اگر اُس نے ان لوگوں کو حاضر کر دیا تو ایسی بنیاد کے مطابق حق کی گواھی دے اور اگر نہیں تو اپنا فیصلہ اس مدعی کی گواھی کو شامل کرکے ،دے – ایسا نہ ہو کہ قصاص میں حکم یا حدود میں حد یا حقوق اللہ میں سے کسی حق کے بارے کوئی فیصلہ سناؤ مگر یہ کہ میرے سامنے پیش کرو،

کھیں ایسا نہ ہو کہ فیصلہ کی کسی بزم میں بٹیھو مگر یہ کہ خدا کی مرضی سے کوئی چیز کھا لو. اسی بنیاد پر قضاوت اور فیصلہ کا دائرہ نبوت اور امامت کے دائرہ سے کھیں زیادہ تنگ اور محدود ھے کہ گویا پیغمبر اور امام میں منحصر ھیں جیسا کہ امیر المؤمنین علی(ع) قاضی شریح سے فرمایا:« یا شریح جلست مجلساً لا یجلسه إلا نبی أو وصی نبی أو شقی»[1]

اے شریح! تم اس منصب پر فائز ھو کہ اس پر پیغمبر یا پیغمبر کے وصی اور ... کے علاوہ اس پر آنا جائز ھے البتہ چونکہ اسلامی ضرورت خواہ معصوم(ع) کی غیبت میں ھو یا موجودگی میں فیصلہ غیر معصوم کے لئے بھی ضروری جانتی ھے، پیغمبر کے وصی سے اعم ھے کہ امام کے خاص وصی کو شامل ھے یا ان کے عام نائبین کہ علمائے ربانی ھیں کو شامل ھے، یھاں سے بخوبی واضح ھے کہ فیصلہ کرنا ھر گروہ میں دانشور، باتقوی،شجاع اور دقیق اور صالح ترین عالم افراد میں منحصر ھے چنانچہ نبی کی جگہ نبی کا وصی بھی مقام قضاوت کا حقدار ھے اور وصی نبی کی جگہ بھی ھر گروہ اور .... میں امت کے شائستہ ترین افراد اس لیاقت کے مالک ھیں.

امام جعفر صادق (ع) سے مروی ھے: کہ امیر المؤمنین علی(ع) نے قاضی شریح سے شرط کی کہ کوئی فیصلہ بھی ان کے علم میں لائے بغیر نھیں کروگے (کلینی و شیخ نے حدیث میں ھشام بن سالم کی حضرت امام صادق(ع) سے مروی ایک صحیح حدیث میں(لما ولی امیر المؤمنین شریحا القضاء اشترط علیه الا ینفذ القضا حتی یفرضه علیه)[2] اس پھلے شریح عمر و عثمان کی طرف سے قاضی منصوب ھوئے تھے اور جب علی(ع) نے اُسے معزول کرنا چاھا تو واعمرا کی صدا بلند ھوگئی اور کوفہ والوں نے کھا کہ ھم نے آپ کی بیعت اس شرط پر کی تھی کہ آپ شیخین کی سیرت پر عمل کریں گے اور شریح کو عمر نے نصب کیا ھے.

یھاں پر حضرت علی(ع) مجبوراً شریح کو معزول کرنے سے ھاتھ کھنچ لیتے ھیں اور ظاھراً معزول نھیں کرتے لیکن یھی شرط کہ آپ نے فرمایا کہ میری موافقت کے بعد ھی کوئی فیصلہ سناؤ گے ، معزول کرنے کے معنی میں ھے اور اس کے سوا کوئی اور چارہ بھی نھیں تھا.

شریعت کے قاضی کے لئے مثبت اور منفی شرائط کی رعایت لازم ھیں کہ اُس میں قضاوت اور فیصلہ کی اھلیت رکھنی ھوگی.

پھلی شرط: تمام احکام میں بطور مطلق اجتھاد کئے ھو بالخصوص قضائی احکام نیز قضاوت کے عملی طریقہ کی شفاقت رکھتا ھو ورنہ صرف اجتھاد کافی ھے اور نہ ھی یہ اجتھاد(اس سلسلہ میں صاحب جئاھر و مسالک اور بعض دیگر

[1] وسایل الشیعه،ج۱۸،ص۷.

[2] – کافی،باب۱،الحکومة انما هی الامام ،خبر،۲–۳ ؛وتهذیب باب من الله الحکم خبر،۲.

فقھا نے اجماع کا دعوی کیا ھے کہ قاضی مجتھد مطلق ھونا چاھیے.) قاضی کا اجتھاد اس کی عدالت اور تمام شریائط طرفین دعوی کے نزدیک قابل قبول ھوں اس لئے کہ قاضی کا حکم اس فریق پر کیوں جاری ھو جو اسے قضاوت کا اھل نہ سمجھتا ھو؟ معتبر روایات میں بھی یہ شرط ذکر ھوئی ھے کہ قاضی طرفین دعوی کے نزدیک فیصلہ کی اھلیت رکھتا ھو اور قوی خبر ابو خدیجہ سے مروی ھے کہ امام صادق(ع) نے مجھے میرے اصحاب کی طرف بھیج کر فرمایا کہ ان سے کھو کہ کبھی اختلاف نزاع اور اپیل کے وقت کسی خیر کے فیصلہ کے لئے ان فاسقوں میں سے کسی کی طرف رجوع نہ کریں بلکہ اپنے درمیان ان لوگوں کا انتخاب کریں جو واقعا حلال و حرام کو جانتا اور پھچانتا ھو اسے حاکم قرار دو کہ یقیناً میں نے ایسے شخص کو تمھارے لئے حاکم قرار دیا ھے. ھر گز کسی ظالم و جابر حاکم کے پاس مراجعہ نہ کرو.[1]

حلال و حرام کی شناخت تقلید اور اجتھادی دو طرح سے ھے لیکن حدیث (او وصی نبی) کے مطابق قاضی کو حدود قضاوت میں بھترین شخص ھونا چاھیے اور یھاں پر بھی(قد) حلال و حرام کے یقینی اور ثابت علم معیار قرار پایا ھے اور تقلید بھی اس طرح نھیں ھے اور یہ کہ غیبت کے زمانہ کی تقلید زمانہ حضور کی طرح نھیں تھی کہ امام معصوم کے ھوتے ھوئے تمام علی(ع) کی تقلید ھو. اس بنیاد پر قضاوت میں نہ صرف اجتھاد مطلق شرط ھے بلکہ تمام اسلامی خصوصیات کے ساتھ ساتھ اعلمیت بھی قاضی کی اصلی شرائط میں سے ھیں جیسا کہ مقبولہ عمر بن حنظلہ میں ذکر کیا جائے گا. قاضی کو اعلم ، اعدل، اقضی خلاصہ ھر فضلیت اس میں ھونی چاھیے جو مقام فیصلہ میں مؤثر ھوں.

قضاوت کے بارے میں اجتھاد اور اس کے احکام کو عملی جامہ پھنانے کے سلسلہ میں بھی حضرت صادق(ع) کی خبر میں گذر چکا ھے کہ آپ نے فرمایایعلم شیئاً من قضایانا» قضایانا) اسے ھمارے بعض فیصلوں کو جاننا چاھیے.

حضرت امیر المؤمنین(ع) سے مروی ھے کہ آپ نے فرمایا: إتقوا الحکومة فانّ الحکومة انّما ھی للإمام العالم بالقضاء العادل فی المسلمین لنبی (کنبی) أو وصی نبی» حاکمیت اور حکمیت (فرد ثالث) سے اجتناب کرو کہ یہ منصب صرف اور صرف فیصلہ کے عالم امام کے لئے زیب دیتا ھے کہ مسلمانوں کے درمیان حاکمیت میں ویھی شخص عادل ھے یعنی یہ منصب کسی پیغمبر یا اس کے وصی ھی کے لئے سزاوار ھے.

اس خبر میں(کنبی او وصی نبی) تو ایسا ظاھر ھوتا ھے کہ قاضی کا مرتبہ جو فیصلہ کا عالم اور مسلمانوں کے درمیان عادل ھے اس میں علم اور عدل عادی نھیں ھے بلکہ پیغمبر یا وصی پیغمبر کی طرح ھو کہ یہ پیغمبر یا امام کا دوسرا نسخہ ھو کہ پیغمبر اور امام کے بعد علم قضاوت اور عدالت کے لحاظ سے

---

[1] – روضۃ المتقین،ص۲۲.

پوری امت یا ان تمام لوگوں سے جو قضاوت کے میدان میے هیں، سے بلند و برتر اور اعلی هو.

یهاں قضاوت کا علم دونوں طرح کے علم احکام اور اس کو عملی جامه پهنانے سب کو شامل هے اور یه دونوں علم اور وه عدالت بلند ترین مرتبه میں هونا چاهیے که پیغمبر یا وصی پیغمبر اور اس کے بعد ان کا دوسرا درجه که اسلام کے ان جامع الشرائط فقها کو شامل هے جو حضرت ولی عصر کی جانب سے نیابت عامه پر فائز هیں قضاوت کے منفی اوصاف اور ایک مفصل خبر میں جس کی وضاحت کروں گا ذکر هوا هے« لم یعضّ علی العلم بضرسٍ قاطعٍ» خوب اچھی طرح علم حاصل نهیں کیا هے یعنی کتاب و سنت کے علم میں یقینی صورت کا مالک نه هو تو ایسا شخص فیصله کے لائق نهیں هے یهیں سےمعلوم هوتا هے که قاضی کو صرف مجتهد هونا کافی نهیں هے بلکه اجتهاد میں قاطعیت بهی شرط هے نه مقلد نه مجتهد غیر قاطع که ان میں سے کوئی بهی اس صلاحیت کے مالک نهیں هیں .

حاکمیت اور فیصله والی آیات سے متعلق بحث میں هم نے دیکھا که اول قاضی خدا هے اس کے بعد رسولخدا(ص) اور آیئه اولی الامر کی روشنی میں تیسرے مرتبه میں ائمه معصومین(ع) هیں اور صف اول کے فقهائے اسلام چوتھے مرتبه میں اور اس کے علاوه کوئی نهیں!.

لیکن اس اعتبار سے که صرف اول کے جامع الشرائط قضیه کا انتصاب سارے اسلامی ممالک میں ممکن نهیں هے تو کم ازکم هر قضائی شعبه کا حاکم شرع اس شعبه کے سارے فقهاء سے علم و تقوی اور قضاۃ کے تمام ضروری صفات میں برتر هونا چاهیے.

قاضی شرع کے پاس رجوع کرنے والے بهی اس امتیاز میں اس قاضی سے کم هوں کیونکه مساوات یا اعلمیت کی صورت میں یه رجوع کرنا درست نهیں هوگا اور زبردستی کرنے کی صورت میں ظلم اور زیادتی هوگی- چنانچه حضرت امام صادق(ع) صحیح خبر میں مروی هے:

« إذا کان الحاکم یقول لمن عن یمنیه و لمن عن سیاره ما تقول به ما تری؟ فعلی ذلک لعنه الله و الملائکه و الناس اجمعین ألا یقوم من مجلسه و یجلسهما مکانه»

جب حاکم اپنے دائیں بازو یا بائیں بازو(دونوں فریق) کهیے: کیا کهتے هو؟ کیا کر رهے هو ؟ تو ایسے حاکم پر ملائکه اور سارے لوگوں اور خدا کی لعنت، کیوں قیام نهیں کرتے اور ان دونوں کو اپنی جگه پر کیوں نهیں بٹھاتے هیں؟ یهاں سے انداز هوتا هے که حاکم کا فیصله اور اعلمیت دو فریق کے متعلق جهالت حاکمیت کے اهم ترین نظروں میں سے ایک هے.

اسلامی قاضی کی ممتاز شخصیت کے بارے میں گذشته اخبار و آیات کا نتیجه یه هے که ضرورت قضاوت کی حفاظت کرتے هوئے که اسلامی حکومت کے اهم ترین واجبات میں سے ایک هے . مسلمانوں پر واجب هے که اپنی سعی پیهم کے ساتھ بقدر ضرورت با صلاحیت قاضیوں کو آماده کریں اور امر بالمعروف و نهی

از منکر سے متعلق آیات اور روایات کے اس یقینی ھونے کا اثبات کریں کہ اسلام کے مخالفین کی دعوت کے بارے میں اور حق کا فیصلہ کرنے کےسلسلہ میں اھم ترین ایک خبر ھے.چنانچہ صف اول کی قیادت و امر بالمعروف اور نہی از منر ان کے رتبوں کے لحاظ سے اسی حکمیت کی حامل ھے.

اگر مسلمانوں نے اس واجب کفائی میں کوتاھی کی اور بهتر قاضیوں کو آمادہ نہیں کیا تو کیا یہ جائز ھے کہ جاھل اور ان پڑھ، بے دین اور لا ابالی قاضی منصف بن جائیں اس خیال سے کہ منصب قاضی و قضاوت معطل نہ ھونے پائے اور رپورٹ خالی نہ رھنے پائے؟.

اولاً کہنا چاھیے کہ یہ سارے دینی مدارس نے کہ طاغوت کے دور میں بھی ضرورت سے زیادہ فیصلہ کرئے با استعداد قاضیوں کی پرورش کی تھی، جمھوری اسلامی حکومت میں بھی بذریعہ اولی ایسی آمادگی رکھنی چاھیے اس شرط کے ساتھ کہ اصول و ضوابط تعلقات اور روابط پر ترجیح رکھتے ھوں، مقام فیصلہ کا صرف معیار اس کے گونا گون مراتب کے اسلامی صلاحیت ھو اور بس اب اگر ھم کسی دن منصفوں کی کمی کا شکار ھوگے تو ھم زیادہ وسعت اور زحمت کے ساتھ اس کمی (قضاوت کے کام میں) پر اکتفاء کریں.

چنانچہ اگر کسی وقت فیصلہ کےلئے کوئی مناسب قاضی اور منصف نہ ھو تو اس کمی کی وجہ سے کسی نا اھل کو ان صالحین اور صاحبان استعداد قاضیوں کی جگہ پر نہیں لایا جاسکتا. جس طرح واجد شرائط مجتھد اور فقیہ کے نہ ھونے پر ھم کبھی غیر صالح شخص کو اس کی جگہ نہیں دے سکے اور مسند مرجعیت پر بٹھا نہیں سکتے یا اگر کسی مجموع میں نماز جمعہ و جماعت کے لئے کوئی عادل شخص نہ ملے تو اس کی جگہ پر کسی فاسق کو نہیں لایا جاسکتا.

سچ ھے کہ بعض موقعوں پر اگر اھم نہ ھو تو مھم پر اکتفاء کی جاتی ھے کہ اگر ساری صلاحیتں نہ ھوں تو بعض صلاحیتوں کو اس کا جا گزین کرتے ھیں تا کہ اصل مقصد فوت نہ ھو لیکن مرجعیت اور قضاوت وہ مقام ھے جس میں اساسی شرائط تبدیل نا پذیر ھیں اس کے انتخاب کا راستہ ھونے اور نہ ھونے کے درمیان ھے جیسا کہ ھم نے ملاحظ کیا قاضی حق پرست ھے اور قضاوت کے اس میں شرائط پائے جاتے ھیں یا پھر وہ باطل اور طاغوت ھے اور یہ طاغوت اگرچہ شیعہ علی (ع) اور عالم ھو ، قضاوت کے اصلی شرائط نہ ھونے کی صورت می اس کا حکم طاغوت کا حکم، اھل جاھلیت اور جھنمی ھوگا کہ وہ اپنے جاھلانہ احکام سے معاشرہ کو جلا رھا ھے یہ دو پھلو کا حامل علم قاضی شرع کے چھاردہ گانہ شرطوں میں فیصلہ کے باب میں اعلی سطح پر پھلی شرط ھے .

ائمہ معصومین(ع) کی مبارک عدد کے برابر اب ھم انھیں چھاردہ شرط کو مصر کے گورنر کے نام امیر المؤمنین کی فرمائش ذکر کر رھے ھیں. کہ آپ نے فرمایا« ثمّ اختر للحکم بین النّاس أفضل رعیّتك فی نفسك ممّن لا تضیق به الأمور، و لا تمحکه الخصوم، و لا یتمادیفی الزّلّة، و لا یحصر من الفیء إلی الحقّ إذا عرفه، و لا تشرف نفسه علی طمع، و لا یکتفی بأدنی فهم دون أقصاه، و أوقفهم فی الشّبهات، و

آخذهم بالحجج، و أقلّهم تبرّما بمراجعة الخصم، و أصبرهم على تكشّف الأمور، و أصرمهم عند اتّضاح الحكم، ممّن لا يزدهيه إطراء، و لا يستميله إغراء، و أولئك قليل، ثمّ أكثر تعاهد قضائه، و افسح له فى البذل ما يزيل علّته، و تقلّ معه حاجته إلى النّاس، و أعطه من المنزلة لديك مالا يطمع فيه غيره من خاصّتك ليأمن بذلك اغتيال الرّجال له عندك، فانظر فى ذلك نظرا بليغا، فإنّ هذا الدّين قد كان أسيرا فى أيدى الأشرار: يعمل فيه بالهوى، و تطلب به الدّنيا.»

آپ کے اس فرمان میں قاضی و منصف کے لئے ۱۴ شرطیں اور جامع الشرائط منصفوں کی نسبت اسلامی رهبرکے لئے معین فرمائی هیے که اس کی پهلی شرط اس کے شرائط میں سے هے (افضل رعیتک فی نفسک) اپنی روح و جان کے اعتبار سے رعیت کے بهترین افراد کا انتخاب هے . تم تو رهبر هو اور جو لوگ بهی تمهاری صوبهداری میں آتے هیں اُن سب سے برتر هو.

قاضی شرع بهی اس حد میں بهترین اور تمهاری روح اور جان سے نزدیک ترین فرد هو نه تمهارا بیٹا که نوح کا بیٹا مرکز نبوت میں کسی مقام و منصب کا حامل نه تها اور نه هی تمهاری احباب و چاهنے والے بلکه (افضل رعیتک فی نفسک) تمهاری جان اور نفس کے نزدیک برترین رعیت اسی الهی اور روحانی معیار پر که جس پر امیر المؤمنین نے تمهیں صوبه دار بنا یا هے نه کسی اور میزان اور معیار پر. یه برتری سارے اسلامی امتیازات بلخصوص قضاوت و فیصله کے مناسب امتیازات میں اساسی شرط هے که ان میں سرفهرست اعلمیت، اعدلت اور اتقی هونا هے اور دیگر ۱۳ شرطیں بهی اسی بنیاد پر هے اور بس.

طبعاً یه برتری جیسا که گذر چکا منتخب قاضی کے دائره انصاف کی نسبت هے نه صوبه داری اور ملکی حدود کی نسبت اور بس اصل کی بنیاد پر ایسے عادل اور عالم قاضی کا فیصله کرنا که فیصله کرنے کے حدود میں اس سے بهتر کوئی شخص موجود هے ، جائز نهیں هے. اگر کسی موقع پر دو الگ الگ قاضی دو طرح کا حکم کر دیں تو جو اُن دونوں میں سب سے زیاده عالم، باتقوی اور عادل هوگا اسکا حکم مقدم هے چنانچه داودبن حصین حضرت امام جعفر صادق(ع) سے ان دو مردوں کے بارے میں سوال کرتے هیں جنهوں نے متنازعه مورد میں دو عادل کو ثابت کے عنوان سے انتخاب کیا تها پهر ان دونوں عادل میں نظریاتی اختلاف هو تو ان دونوں میں سے کس کا حکم حجت هے ؟ فرمایا: جو سب سے زیاده فقیه اور هماری احادیث کا عالم اور باتقوی هے اس کا حکم نافذ هے اور بس.

عمر بن حنظله کی مقبوله میں اس سلسله میں مفصل ایک بیان ذکر هوا هے : میں نے حضرت امام جعفر صادق(ع) سے اپنے دو اصحاب کے بارے میں سوال کیا که دین یا میراث کے بارے میں اختلاف هو ا تو انهون نے شرعی حاکم اور قاضی کے پاس اپنا اختلاف پیش کیا تو کیا ان لوگوں کا ایسا کرنا جائز هے یا نهیں؟

حضرت نے فرمایا: جس نے بهی حق یا کسی باطل کے سلسله میں ان کے پاس شکایت کی اس نے طاغوت کے پاس شکایت کی هے اور جو کچھ ان کے حکم

سے لیا جائے اگرچہ حق کے ساتھ ہو ، حرام ہے کیونکہ طاغوت کے حکم سے لیا ہے اور خدا نے حکم دیا ہے کہ طاغوت کا انکار کرو. « يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَ قَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ»

وہ لوگ طاغوت کے پاس اپنا فیصلہ لے جانا چاهیے جبکہ ان کی ذمہ داری اُن (طاغوت) کا انکار کرنا ہے. میں نے کہا: پھر کیا کروں؟ فرمایا: وہ لوگ نظر دوڑائیں (غور وخوض کریں اس شخص کی طرف کہ تم میں سے کس نے هماری حدیث نقل کی اور تمهارے حلال و حرام میں نظر کی اور همارا احکام کو جان لیا ہے تو ایسے شخص کے فیصلہ پر دونوں کو راضی هونا چاهیے اور میں نے بھی ایسے لوگوں کو تم پر حاکم بنایا ہے پس وہ اگر همارے حاکم کے مطابق حکم کرے اور اس کی بات نہ مانی جائے تو اس کے خلاف ورزی کرنے والے نے حکم خدا کو سبک اور معمولی سمجھا اور یہ خدا کے ساتھ شرک کے مترادف ہے میں نے کہا: اگر ہر ایک نے همارے اصحاب میں سے کسی ایک کا انتخاب کیا اور دونوں فریق اس بات سے راضی هوں کہ یہ لوگ اس کے حق میں فیصلہ کریں لیکن ان دونوں کے درمیان حکم میں اختلاف هوا اور دونوں هی آپ کی حدیث کے بارے میں اختلاف کریں؟ فرمایا: حکم صحیح یہ ہے کہ جو سب سے زیادہ عادل ،افقہ، زیادہ پرہیزگار ہو اس کا حکم نا فذ اور دوسرے کی اهمیت نہیں ہے- میں نے کہا: (دونوں هی برابر سے) عادل هوں اور همارے اصحاب کے نزدیک قابل قبول هوں اور ان میں سے کوئی کسی پر فضلیت و برتری نہ رکھتا ہو؟ فرمایا: ان دونوں کی روایت پر نظر ڈالی جائے کہ دونوں هی نے روایت کی بنیاد هم کو قراری دی ہے، وہ روایت جس کی آپ کے اصحاب کے نزدیک اجماع اور اتفاق ہو کیونکہ متفق فیہ اور جس پر اجماع ہو(جس روایت میں شک و شبہ نہیں ہے) خبریں تین قسم کی هیں: وہ خبر جو واضح طور پر حق ہے اور اس کا اتباع کیا جائے گا، وہ خبر جو کھلم کھلا گمراهی ہے اُس سے اجتناب کیا جائے، اور ایک وہ خبر مورد شبہ و تردید اور مشکل ہے اس کا علم خدا کو ہے کہ رسول اکرم(ص) نے فرمایا: آشکار حلال ہے اور آشکار حرام ہے اور اس کے درمیان شبهات بھی هیں، پس جو شخص بھی شبهوں سے اجتناب کرے وہ محرمات سے محفوظ رهے گا اور جو شبهوں پر عمل کرے اور اسے اپنا مأخذ بنائے وہ محرمات کا مرتکب هوا اور نادانستہ طور پر هلاک هوگیا ہے میں نے کہا: اگر دونوں خبر آپ سے مشهور هو جسے موثق راویوں نے نقل کیا ہو؟ فرمایا: غور کیا جائے: جس کا حکم کتاب الهی اور سنت کے مطابق هو اور اهلسنت کے مخالف هو اس کا حکم مأخذ اور مستند هو گا.اور جو حکم کتاب اور سنت کے مخالف هو اور اهلسنت کے موافق اسے مأخذ نہیں بنایا جائے گا – میں نے کہا: آپ پر قربان جاؤں اگر دونوں فقیہ نے کتاب اور سنت هی سے حکم اخذ کیا اور سمجھا هو لیکن ایک اهلسنت کے مطابق ہے اور دوسرے اهلسنت کے مخالف تو پھر هم ان میں سے کس حکم کو اپنائیں؟ فرمایا: جو اهلسنت کے خلاف

هو که اسی میں رشد و هدایت هے – اس کے بعد میں نے کها: اگر دونوں هی خبر اهلسنت کے موافق هوں ؟ فرمایا: پهر یه دیکهو که ان کے منصفین اور حکاّم کس کی طرف مائل هیں، اس کے بر خلاف کو مأخذ قرار دو اور جس کی طرف زیاده رجحان رکهتے هوں اسے ترک کردو.

میں نے کها: اگر دونوں هی کی طرف مائل هوں ؟ فرمایا: اگر یه نوبت آجائے تو پهر امامت سے ملاقات کرنے کا انتظار کرو که شبهوں وقت هلاکت کے گڑهے میں گرنے سے انتظار کرنا بهتر هے. بالاخر یه مطلب کے سب سے زیاده عالم، پرهیزگار اور انصاف پسند ترجیح رکهتا هے کچھ احادیث میں که آیات ان کی تائید کرتی هیں، ذکر هوا هے اور اس فضلیت میں قاضی شرع کی افضلیت مسلک هے اور جو فضیلت بهی فیصله کی حقانیت اور صحت میں تاثیر رکهتی هے. اے قاضی شرع میں بهترین عنوان سے جلوه گر هونا چاهیے[1]

اب هم ان برتر مقامات کو بیان کررهے هیں جو دیگر تیره(۱۳) بند میں ذکر هوئے هیں.

۱ – (ممن لا یضیق به الامور)...(امور) امر کی جمع هے جس کی تین معنی هیں (فرمان) کام اور چیز که ظاهراً یهاں پر تینوں هی معنی مراد هیں: جن لوگوں کو فیصله کرنے اور اس کے اجراء میں کوئی حکم ، کام اور چیز رکاوٹ نه بنے تو اس کے فیصله کی بنیاد صرف اور صرف خدا کا حکم اور فرمان هے اور اس کے علاوه کوئی دوسری رکاوٹ کے لئے مانع نهیں بن سکتی. صرف کتاب و سنت کی بنیاد پر خدا کا حکم که اس کے لئے کافی وسیع اور مانع هے وه صرف ایک محور پر چکر کاٹتا هے اور بس! اور کتاب و سنت کی قطعی دلیل و برهان کے سوا کوئی دلیل و برهان اسے حکم پر مجبور نهیں کرتی.

۲ – « ولا تمحکه الخصوم» فریقین اسے غیظ و غضب کا نشانه نهیں بنائیں گے خواه ایک دوسرے آپس میں نزاع کریں اور ایک دوسرے کی توهین کریں خواه قاضی کی نسبت کیونکه غیظ و غضب اگرچه حق اور بجا هو لیکن مقام فیصله میں بے جا هے اور حکم میں قاضی کے اعتدال کو درهم برهم کر دیتا هے اور اپنی توهین یا فریقین نزاع کی توهین کی تلافی کے لئے کبهی کبهی ناحق حکم کرتا هے یا پهر جس نے اسے غصّه دلایا هے اس کی اپیل کی نسبت کوئی خاص توجه نهیں کرتا نه کوئی اور دشمنی خواه قاضی کے اندر هو یا کهیں اور ، دشمن کا یه مثلث اولاً اُسے فیصله کرنے میں غضبناک نهیں کرے گا خواه نفس مطمئنه هی هو که غضب پذیر نه هو یا پهر مقام فیصله میں اپنے غصه کو پی جائے یا پهر عدالت (کچری) سے باهر چلا جائے اور اپنے معمول پر آجائے اور گذشته حالت کو فراموش کردے جیسا که پیغمبر اکرم(ص) سے خبر میں هے که آپ نے فرمایا«

[1] – اصول کافی،باب اختلاف حدیث،خبر ۱۰،از کتاب فضیلت علم یه حدیث ۳ طریقوں سے اور چند معتبر طریقوں سے نقل هوئی هے اور علمائے شیعه کا اس پر اتفاق هے.

من ابتلی بالقضاء فلا یقضینّ وهو غضبان» جو شخص فیصله کرنے والا هے اُسے فیصله کرنے میں کبھی غضبناک نهیں هونا چاهیے.

حضرت امیر المؤمنین(ع) سے مروی هے که آپ نے قاضی شریح کوفرمایا: (لا تسارّ امداً...ص۳۲. شرعی عدالت (کچهری) میں کوئی خفیه راز کسی سے بیان نه کرے اور اگر غصه آجائے اور تم غضبناک هو جاؤ تو غضب کی حالت میں کبھی فیصله نه کرو.

قاضی کا غصّه داخلی هو یا خارجی یا فریقین سے بدتر هو اولاً قاضی کو اعتدال کی حالت خارج کرتا اور حق سے روکتا هے اور غیر معصوم قاضی عادی اور معتدل هونے نیز غور و فکر کرنے کے باوجود بهی کبھی خطا کرتا هے تو اگر غیظ و غضب کی حالت میں فیصله کرے تو اس کا کچھ پوچھنا هی نهیں.قاضی کا حلیم و بردباد هونا فیصله کی اهم شرطوں میں سے ایک شرط هے اگر اس کا علم، تقوی اور عدالت اعلی معیار کی هو لیکن حلم و برد باری نه هو تو هر گروه فیصله کرنے کی صلاحیت نهیں رکھتا.

قاضی کو اٹل اور مضبوط پهاڑ کی هونا چاهیے اور پهاڑ کی چوٹی کی مانند بلند فکر اور پائیداری رکھتا هو ایسا نه هو که حوادث کے سامنے اس کی اخلاقی کمزوری اور شکست حق و عدالت کے شکست کھانے کا سبب بن جائے.

(۳- «ولا یتمادی فیی الزلّة»: بار بار لغزش نه کرے، غیر معصوم قاضی چاهیے جتنی دقت کرے پهر بهی کبھی خطا کر هی جاتا هے اور جب تک اُسے اپنی خطا احساس نه هو معذرو هے، لیکن اگر اپنی خطا کا اسے احساس هو جائے تو چونکه وه قاضی کی حثیت سے حکم صادر کر دیا هے تو اُسے شخصیت قضاوت اور محکمه خطا کے احترام میں حق کو نظر انداز کرے اور اپنی غلطی کی تکرار کرے تو یه سارے احترام حق کو مقام دینے کے لئے هیں اور بس.

(۴- «ولا یحصر من الفیءِ الی الحق إذا عرفه»: جب حق کو پهچان لے تو پهر حق کی طرف پلٹنے میں پس و پیش اور تردد نه کرے که حق آغاز اور انجام دونوں میں حق هے اور باطل بهی همیشه باطل هے. اگر قاضی اُس حق کی طرف پلٹنے سے اجتناب کرے اُس نے ابتدا میں نهیں پهچانا تها یا پهر مشکل اور کوئی محسوس کرے تو ایسا قاضی اپنا علاج کرے تاکه اپنی ساری توانیاں موافق واور مخالف تمام حالات و شرائط حق کا حکم کرنے کے لئے .... کرے که اپنی شخصیت بچانے کے لئے حق کو نظر انداز کردے اور ظاهراً یه امتیاز گذشته پیراگراف کا هے که اُس نے غلط حکم دینے کے بعد حق کو پهچانا اور پای صرف اپنی گذشته لغزش کا احساس کیا خواه کو پهچان لے که اس میں اس کی ذمه داری معین هے.

یا نه پهچانے تو اس مورد میں حکم کرنے سے اجتناب کرے.

(۵- « ولا تشرف نفسه علی طمع»: اپنی جان، روح، عقل ، ضمیر، علم و هوش بلکه اپنے پورے وجود کو حرص و هوس کا دلداده نه بنائے، کسی قیمت اس کے اندر کبھی کوئی لالچ پیدا نه هونے پائے، مقام و منصب، مال و دولت شهوت و

خواهش اور انانیت و غیره کی اس میں پیدا نه هو بلکه هر خواهش اس کے اندر مرده هو جائے تا که وه حق کو هر حال میں زنده اور ثابت رکھ سکے. ظاهری اور باطنی خواهشات جو بهی هوں اور جس سے بهی هوں اُسے حق کے مرکز سے دور نه کرنے پائیں بالاخر کبهی حرص و هوس کی جگه کا سهارا نه لے، هر قسم کی لالچ اور حرص و هوس لے دور خالی اور هر قسم کی ضرورت اور حرص و لالچ سے دور ره کر عدل خداوندی کی عدالت میں حاضر هو که وه بهی لالچ سے فرار کرتا هو اور لالچ بهی اُس سے که قاضی کے لئے سب سے زیاده خطر ناک اور ناپسندیده صفت حرص و لالچ هے.

(۶- «ولا یکتفی بأدنی فهم دون أقضاهُ»: فیصله سے متعلق معمولی فهم و ادراک پر تکیه کرتے هوئے بلند ترین مقام پر مسند نشین نه هو بلکه همیشه اس بات کی کوشش کرے، که اس کی فهم و فراست عقل وشعور اور شناخت و معرفت زیاده سے زیاده بلند پروازی کی مالک هو اور اسی بنیاد پر کوئی حکم صادر کرے، عادی امور میں بهی انسان کو فهم و شعور کی بلندی پر فائز هونا چاهیے، چه جائیکه قضاوت اور فیصله که اس میں وه لوگوں کی جان، مال ، عزت و آبرو اور ناموس کی سرنوشت کی ذمه داری لیتا هے، ذمه داری جتنی بڑی اور نازک هوگی اتنی هی اس پر فائز هئنے والا انسان فهم و شعور اور عقل و درایت کا مالک هو. بلکه اصولی طور پر ذمه داری کوئی بهی هو چوٹی یا بڑی تمام ذمه داریوں میں محکم طور پر فریضه کی انجام هر ذمه داری کی پهلی شرط هے،.نتیجه کے طور پر قاضی کے لئے دو پهلو کا فهم لازم هے که خود بهی ذهین اور فهم انسان هو اور اپنی فهم و فراست کا اعلی سطح پر انتهائی دقت کے ساتھ استعمال کرے اس دو پهلو کے حامل فهم میں اپنے قضائی حدود میں دیگر تمام صفات کے مانند بلند و بالا هو.

(۷- « و آو قفهم فیی الشُبهاتِ»: قاضی اپنے فیصله کے حدود میں شبهوں کے وقت تمام لوگوں سے زیاده محتاط هو اور زیاده سے زیاده بچ بچ کر قدم اٹهائے، اگر حکم شرعی میں کوئی ایسا شبعه هو جسے اُس نے سمجھا نه هو یا پھر اس میں اختلاف آراء هو (بالخصوص جب فریق با اختیار یا تقلید میں قاضی کے نظریه کے خلاف کسی دوسرے کے حکم کو قبول کیا هو) یهاں پر توقف کرے اور اگر شبعه موضوع یا حکم کے کسی مصداق میں هو یا کوئی بهی شبعه جو حکم کو قاطعیت سے خارج کردے تو بهی وه توقف کرے بالاخر اپنی پهلی رای پر اعتماد نه کرے که حدیث«اَلنظرةُ الأُولی نظرة حَمقاءُ»: کے مطابق پهلی نظر احمقانه هے، بلکه کچھ دنوں تک غور و فکر اور تحیق و جستجو کرے تا که بالکل سے اپنے جدید نظریه سے پھر جائے کیونکه اصولی طور پر اسلامی عدالت(کچهری) شبعه سے خالی بنیاد لازم هے.

(۸- « وَ اَ خذ هم با لحُجج»: تمام چیزوں سے زیاده ادله قطعیه سے تمسک کرو اپنے خیال و گمان یا اپنے حسن وظن یا سوٴظن بلکه اپنے اس یقین پر بهی اعمتاد نه کرو جو قطعی دلیل سے مستند نه هو، لوگوں کی جان، مال ، عزت وآبرو اور

ناموس سب حق اور حقیقت کے محور پر ھے نہ اعتماد یا قاضی کے ذاتی علم کے محور پر اور اپنی جگہ پر آئے گا کہ قاضی ھر جگہ اپنے اس علم پر بھی اکتفا نہیں کرسکتا غیر علمی اسباب و ذرائع سے حاصل ھوا ھو کیونکہ منصب قضاوت ذاتی انتخاب اور بصیرت اور ایک جانبہ مقام کا حامل نہیں ھے بلکہ واقعیت مطلق کی بنیاد پر معین ھوا ھے چنانچہ کچھ روایات آیات کی بنیاد پر ھے کہ حکم علم اور واقعیت کی بنیاد پر ھونا چاھیے کیونکہ کسی قسم کا شبہ حکم کو اس کی صلاحیت سے دور کر دیتا ھے۔

(۹- « و اَقلّھم تبرّماً بمراجعة الخصم»: فریقن نزاع کے رجوع کے وقت ناراضگی اور غصہ کم از کم اور اثر انداز نہ ھو اور اصولی طور پر قاضی کی خستگی اور ناراضگی و غصہ بھی اصل بھی اور بنیاد پر ھو اصل قضاوت کے خلاف ھے کہ انتھائی درجہ اعتدال اور بے طرفی کے ساتھ صرف اور صرف حق کی بنیاد پر فیصلہ کرے اور (تبرم) خستگی اور ناراضگی کے معنی میں ھے کہ فطراتاً غیظ آور ھے یا کماز کم اس بات کا باعث ھوگی کہ طرف نزاع اور اس کے مطالب کی جانب صحیح طور پر توجہ نہ دے اور غور سے نہ سنے اس کا اور جملہ « لا تمحکہ الخصوم» کا فرق یہ ھے کہ وھاں پر دشمنی کا مثلث اسے غضبناک نہ کرے اور یھاں پر طرف اختلاف کے خستہ کر دینے والے مراجعات اسے خستہ کرنے والے اور اس کے لئے غیظ آور نہ ھو۔

(۱۰- « واَصبرھم علی تکشف الأمور»: اور ان سب میں قضاوت میں اصل مسائل اور امور کی تلاش میں زیادہ حلیم و بردبار ھو یھاں تک کہ ممکن حد میں حکم پوشیدہ طور پر اس کے لئے آشکار ھو جائے اور اس کھ حکم میں تاخیر کر دے۔

(۱۱- « واصرمھم عند اتّضاح الحکم»: اور حکم آشکار ھونے پر سب سے زیادہ قاطع اور اٹل ھو تا کہ کوئی خارجی کامل یا کوئی مقام و منصب یا موئی طاقت اُسے قطعی فیصلہ دیتے اور اس کے اجراء سے مانع نہ ھو.

تیز دھار شمشیر کی طرح قطعی حکم کو عملی کرے اور خدا کے سوا کسی سے خوفزدہ نہ ھو.

(۱۲- « ممّن لا یزدھیہ اطرءُ»: ایسا ھو کہ کسی کی تعریف و توصیف اور بے خبر نہ بنا دے اور اُسے (اپنی) تعریف کا بھوکا نہ بنائے تعریف کرنے والوں کی تعریف اسے حق سے دور نہ کرے اور باطل سے نزدیک نہ کرے۔

(۱۳- « ولا یستمیلہُ إغراءُ»: ایسے حیلہ بازوں کا فریب کبھی ظالمانہ فیصلہ نہ کرے کوئی (ھوکہ اور فریب اسے حق سے منحرف و گمراہ نہ کرے چنانچہ وعید (دھمکیاں) اُسے خوفزدہ نہ کریں اور وعدے بھی اسے گمراہ نہ کرنے پائیں. اور ایسے لوگ کم ھیں ... اگرچہ علما اور عادل افراد بھت ھیں ... لیکن وہ لوگ جو محکم اور اٹل پھاڑ کی طرح ان کی خواھشات کے سامنے ثابت قدم رھیں اور راہ حق کے سوا کسی اور راہ کے راھی نہ ھوں. اور جو کھیں حق کھیں اور حق کے سوا حکم نہیں کرتے ایسے لوگ بھت ھی کم ھیں ان کے علاوہ افراد فیصلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے. ھم ملاحظہ کرتے ھیں کہ یہ ساری ۱۳ شرطیں

بالاترین دقت، شجاعت، متاثر نہ ہوے.بردباری اور حق کا حکیمانہ فیصلہ علم و عدالت کے میزان پر استوار ہو. صرف علم کافی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے علما(دھوکہ کھا جائیں یا عدالت کے خلاف حکم کردیں اور صرف عدالت بھی کافی نہیں ہے کیونکہ بھت سارے عادل افراد عدالت کا گمان کر کے آنکھ بند کر کے جوم کر جائیں اور صرف علم و عدالت بھی کافی نہیں ہے کیونکہ حلم و بردباری، ثابت قدمی، استقامت، متاثر نہ ہونا، زیادہ صبر و حوصلہ بالاخر وہ تمام پسندیدہ صفات کہ حق کی بنیاد پر بھتر طریقہ سے فیصلہ کر سکتا ہے یہ سب فیصلہ کے باب میں اعلی مرتبہ میں ضروری ہے.

آخر کار یہ ساری ۱۳ شرطیں کافی نہیں ہیں کہ تین شرطیں مزید رھبر کے ذریعہ عملی ہوں.

۱- « ثم أكثر تعاهد قضائه»: اس کے بعد اے مالک! اے رھبر! اے لیڈر! اے کمانڈر اور اے مصر کے صوبہ دار ! قاضی شرع کے فیصلہ کی زیادہ سے زیادہ تحقیق اور جستجو کرو اسے تنھا نہ چھوڑ دو کہ ان تمام اوصاف کے باوجود لغزش کر جائے یا ناخواستہ طور پر خطا کر جائے ، تم بھی سایہ کی طرح اس کے فیصلہ پر نظارت رکھو یہ نہ کھو کہ قاضی جامع الشرائط ہے پھر مجھ سے کیا مطلب،شاید تمھارے خیال اور تمھاری تشخیص کے بر خلاف اس میں بعض شرائط نہ ہوں یا خود منصب قضاوت اور کرسی فیصلہ نے اسے بدل ڈالا ہو یہ نہ کھو کہ میں اسے کافی دنوں سے پھچانتا ہوں، وہ بے منصب مدت، منصب کے زمانہ سے کافی فرق کرتی ہے.« عند تقلّب الاحوال يعرف جواهر الرّجال»: حالات کے دگر گوں ہونے پر کردوں کے ج.ھر کھلتے ہیں اس استصحابی اعتماد کو اپنے آپ سے دور کرو اور اصولی طور پر بھت سارے صاحبان کو عھدہ دار ہونے پر خود سے بخود بنا دیتا ہے نڈر افراد کو بزدل اور صاحبان انصاف کو فاسق بنا دیتا ہے. ، اپنے زمانہ کے بلند مقام مرجع دین، آیۃ اللہ محسن حکیم نے کھا ہے مرجع تقلید میں عدالت بنیادی شرط ہے لیکن جب مرجعیت عامہ کی مسند پر جلوہ گر ھوا میں کیا کھوں یھاں پر عدالت خود بخود ختم ہو جاتی اس کا محفوظ رکھنا کافی دشوار ہے یا کم ہو جاتی ہے.[1] ھاں اے رھبر! اے امام! اے مالک اشتر! تم اپنی تماتر مشغولیتوں کے باو جود اپنی حساس پوسٹ کے ساتھ شریعت کے قاضیوں کے ساتھ ھم عھد رھو. ان کے فیصلہ کے ساتھ داوممی عھد باز رھو ان سب کو اُن کے حال چھوڑ دو اور تمھاری یہ دائمی نگرانی کم از کم قضاوت میں مشورتی ہونا چاھیے کہ ایک قاضی صرف قاضی کے

[1] – باب اجتھاد و تقلید مستمسک العروۃ الوثقی.

پاس نہ جائے . کھیں ایسا نہ ہو کہ مقام قضاوت سے یا پھر کسی وجہ سے جان بوجھ کر یا سھواً اسے باطل کی طرف جانا پڑے – ایسی صورت میں یہ باطل تمھارے (رھبر) کے حسات میں ھے کہ تم نے اسے انتخاب کیا ھے اور آخر کار (دین) کے حساب میں کہ تم ملکی یا صوبائی پیمانہ پر صف اول کے نمائندہ ھو.

قاضی شرع کی خطا اور اس سے بدتر ناحق حکم کرنے میں تعھد اکثر لوگوں کے نزدیک(دین) کے حساب میں خطا شمار ھوگی اور انصاف کے طالب افراد بے عدالتی کا شکار ھو جائیں گے اصل دین) تھمت اور بدگمانی کا نشانہ بنے گا.

اے مالک! اگر تم شب و روز بیدار رھو اور گروھوں سے ملاقات کرتے رھو اس کے بعد بھی وقت ناکافی ھے، کتنا اچھا ھوگا کہ زیادہ جو واجب ھو اس کو ترجیح دو اور قضاوت کے معاملہ میں کہ اسلامی اچھی حکومت کا بنیاد اور اصلی محور ھے، تم خود دخیل رھو... اور شریعت کے منصفوں کو ان کے حال پر نہ چھوڑ دو کہ لوگوں پر شھنشاھی یا الوھیت کریں.

۲ – « وَ افسح لہُ فیی البذل ما یزیل علّتہُ و تقل معہ حاجتہ الی الناس»:

اور ایسے بذل و بخشش میں اتنا آزاد رکھو کہ ھر قسم کے عذر و بھانہ کا قلع قمع کردو اور لوگوں کی اسے کم از کم احتیاج رہ جائے، ایسا نہ ھو کہ مال کی کمی یا پھر زیادہ مال کی ھو اسے بے راہ روی اور گمراھی کا شکار بنا دے کہ فقر، کفر سے زیادہ نزدیک ھے . یھاں پرقاضی کی(حاجت کا کم ھونا) نہ (اس کی بے نیازی عنوان ھوتی ھے . کیوں؟ جبکہ (ما یذیل علتہ) اخذ کرنے میں اس کے عذر و بھانہ کو ختم کر دینا صرف اس سلسلہ میں ھے کہ جب کلی طور پر لوگوں سے بے نیاز ھو! نکتہ یھاں پر ھے کہ انسان جتنا بھی دولت مند ھو جائے اس کے بعد بھی مال کی زیادتی کی حرص و ھوس اسے اکساتی رھتی ھے پس کسی انسان کی بالکل سے اور بنیادی طور پر ضرورت پوری کرنا نا ممکن ھے صرف اس کی معمولی اور عادی ھی ضرورتیں پوری کی جاسکتی ھیں کہ کسی سے زبردستی رقم اور رشوت لینے کی ضرورت نہ رہ جائے ، ایسے لوگوں کی کم سے کم ضرورت پڑے کیونکہ ضرورت کی زندگی میں زیادتی اور اس کی کمی حرص و ھوس اور زیادہ طلبی کا سبب ھے. البتہ نہ ھر شخص کے لئے بلکہ اس قاضی کے لئے جس نے اس ممتاز شرط کو اپنے اندر جگہ دی ھے . لیکن دوسرے افراد! خواہ ان کے پاس جتنی دولت ھوگی ان کی ضرورت بھی زیادہ سے زیادہ اور حرص لا متناھی ھے! اور تمھیں امید ھے کہ مفت میں فیصلہ کرنے والا یا کم تنخواہ لینے والا سو فیصد عدالت کی رعایت کرے، یہ امید بھت ھی بے جا ھے وہ ۱۳ شرطیں روحانی اور مادی بیماریوں کو بر طرف کرتی ھیں اور عطا میں

توسیع مادی ضرورت کی بیماری کو نابود کر دے گی – یکسر حکم نه کرو که قاضی اُسی طرح سو فیصد حق فیصله کرے گا وه بھی تمھارے جیسا ایک بشر ھے.
انصاف کی نازک پوسٹ میں ان تمام زحمتیں اٹھانے کے ساتھ ساتھ مالی اعتبار سے اس کی فکر بھی آسوده هو که کمی اور زیادتی قضاوت میں کمی اور زیاده کا سبب نه هو. قاضی کو فریقین نزاع سے هدیه کے عنوان سے بھی کوئی چیز قبول کرنے کا حق نهیں ھے بلکه کسی ایک مدعی کے زیاده احترام کرنے کو بھی کچھ خیال نه کرے ، قاضی بھی ان دونوں سے برابر کا رویه رکھنے کا مطالبه کرے اور خود بھی ان دونوں کے ساتھ عادلانه اور منصفانه روش اختیار کرے خدا نه کرے شیطان اس کے درمیان فتنه کرے اور قاضی کا دل کسی ایک طرف موڑ دے.
امام مسلمین کی ذمه داری ھے که جهاں تک عذر کو بر طرف کرسکے اس حد تک اس کی ضرورت کو بر طرف کر ے تا که اگر حق کے خلاف کوئی حکم صادر کرے تو کبھی معذور نه هو.
کتاب وسنت کی روشنی میں قاضی کا رشوت لینا حرام ھے خواه حق حکم کے لئے کیوں نه هو- چه جائیکه باطل اور فیصله کرنے کے لئے هو یه دو پهلو حرام ھے اور پهلی کی پهلو حامل ھے.
۳ - « وَاعطه من المنزله لدیک ما لا یطمع فیه غیره من خاصتک لیأمن بذلک اغتیال الرّجال له عندک»: اُسے صرف مالی ھی لحاظ سے بے نیاز کرنے کی بات نهیں ھے بلکه مقام و منصب کے لحاظ سے بھی اپنے نزدیک اس کو رتبه دو که تمھارے مقربین میں سے کوئی لالچ نه کر پائے که حکومتی لوگوں کی اور تیرے مقرب بارگاه کی تاثیر اور زبردستی سے محفوظ هو.
پس قاضی اس بنیاد پر اجرائی شخصیت کے لحاظ سے دوسری شخصیت هو که اُس پر صرف اور صرف رهبر اختیار رکھتا هو اور بس وه بھی نه زبردستی کا اختیار بلکه رسیدگی اور نظارت رکھتا هو- لیکن دوسرے افراد اُس پر اختیار رکھتے هوں کیونکه سب سے بلند مرتبه ھے اور نه نظارت اس کی صلاحیت سب سے زیاده ھے، هاں اگر احتیاطی نظارت اور دور اندیشانه اور مصلحانه نگرانی هو تو کوئی بات نهیں ھے. جس طرح امت کے امام اور رهبر کو رهبری میں لچک نهیں هونی چاهیے کیونکه امت کے مقدارت کا مالک هوتا ھے اسی طرح قاضی بھی دوسرے درجه کا ذمه دار مسؤل ھے کیونکه فیصله سے متعلق مقدرات کا ذمه دار ھے اور دونوں ھی اپنی اپنی مسؤلیت کے لحاظ سے حاکم اور کمانڈر ھے اور یهاں پر « اَعطه من المنزلة» حساب و کتاب کے بغیر بلند مقام کو جعل کرنے کے معنی میں نهیں ھے بلکه قاضی شرع کے لئے اسلامی معیاروں پر جو بلند و بالا مقام لازم ھے. اسے اسلامی حکومت میں قانونی هونا

چاھیے ایسے لوگ موجود ھیں جو تم سے زیادہ لیاقت رکھتے ھیں لیکن قانونی لحاظ سے ان کی شخصیت بہت معمولی ھے. یہاں پر مالک اشتر کی ذمہ داری ھے کہ بلند و بالا شخصیت کو قانونی اور حکومتی اعتبار سے بھی بلند کریں.

تعمیری تنقیدیں، رھنمائیاں، نکتہ چینی اور مشورے سے فیصلہ کے امور میں ایسی چیزیں ھیں جو اسلامی لحاظ سے ضروری اور لازم ھے. اس طرح کی یاد دہانیاں صرف قاضی شرع یا حکومت کے کسی صاحب منصب کی نسبت ھی ممنوع نہیں ھیں ، بلکہ بہت مناسب بھی ھے- صرف زور و زبردستی ھے جو ان سب کی روک تھام کرنے کے لئے امام امت کے بعد (کم از کم اپنے حدود فیصلہ میں) بالاترین حکومتی مقام کا حامل ھو، کہ کوئی بھی منصب حق کے خلاف عمل کرنے اور حق کا حکم کرنے سے روکے نہیں (بالاترین شخصیت) (قاضی سے بالاترین طاقت) چارو ناچار قاضی کو باطل پر مجبور کرتی ھے اور حق سے روکتی ھے چنانچہ رھبر دیگر مقامات کا تابع فرماں نہ ھو.کیونکہ وہ رھبر ھے نہ دوسروں کا تابع، قاضی شرع اور منصف کو بھی حاکم ھونا چاھیے نہ دیگر مقامات اور صاحبان منصب کا تابع فرماں، چنانچہ شریعت کے ورود میں بطور مطلق رھبر کے لئے لازم ھے ، شرعاً اور عقلاً رھبر کے بعد نسبی برتری قاضی کے لئے ایک ضرورت ھے.

آخر کار مصر کے صوبہ دار قاضی کی اُن تیرہ(۱۳) شرطوں کی نسبت اور قاضی کے مقام میں یہ تینوں مقام بھمیہ جھت اور کلي طور پر غور و خوض کرنے پر مامور ھیں« فا نظر فی ذلک نظراً بلیغاً فانّ ھذا الدین قد کان اسیراً فیی ایدی الاشّرار یعمل بالھوی و تطلب بہ الدنیا»

اے مالک! جو کچھ میں نے تمھارے لئے شمار کی ھیں اس کے بارے بالغ النظر رھو کہ یہ دین کافي دنوں تک اوباش اور بد معاش لوگوں کے ھاتھوں اسیر رھا ھے اور اُس میں نفسانی خواھشات کے اسیر اور غلام رھے ھیں اور اس کے ذریعہ دنیا کے طالب تھے...)

اے مالک! اس بالغ النظری سے فیصلہ کے معاملہ میں کہ حکومت کی حساس ترین پوسٹ ھے کہ اُس اسیر شدہ دین کو قید و بند سے خارج کرو نہ یہ کہ بے دینوں کی قید سے نجات دو اور دینداروں کی قید میں بے دینوں سے بدتر دو چار کردو کہ دین کو دین کی تلوار سے قتل کرتے ھیں ، علی کو ذوالفقار علی سے، قرآن کو آیات قرآن سے اور پیغمبر کی سنت کو سنت پیغمبر سے نا بود کرتے ھیں کہ واحسرتا!.

اگر اسی اسلامی خلافت حقہ میں بھی بے توجھی اور بد حالی ھے تو وھی بھتر ھے کہ قضاوت اور اس کے سارے امور بے دینوں کے ھاتھوں میں ھوا اگر دینداروں کے ھاتھ میں اُسی طرح باقی ھو تو دین کو مھلک اور خطر ناک نقصان پھنچے گا جس کی تلافی بھی ممکن نہیں ھے. اگر ظالم

حکومت کے دور کا قاضی حق کے خلاف حکم کرتا تھا تو اس نے صرف اُسی حکم کو ضائع کیا تھا لیکن (الهی) حکومت کے دور کے حاکم شرع حق کے خلاف حکم کردیا تو اس نے حق کو حق کی تلوار سے مارا اور مسلمانوں کی بھاری اکثریت کو کلی طور پر دین سے بیزار کرتا ھے.

اے مالک! ایسا نه هو که حسن ظن ، بے توجهی یا کسی اور جهت سے یا گناه سے برتر بهانوں سے اسیر شده دین کو خطر ناک ترین قید که هر گز نجات نهیں رکھتا، میں ڈال دو تو حکومت حقه الهیه سو فیصد اسلامی صاحبان حکومت سے ضروری حمایت(جیسا که میں نے شمار کیا) اگر تمهارے کام کے وسائل خراب هوں تو جلد بازی نه کرو .لوهے کی داڈ کی جگه مسجد بنانے کے لئے بوسیده اور سڑی گلی لکڑیوں کا استعمال نه کرو اس بهانه سے که ابهی راڈ مسیّر نهیں ھے ایسا نه هو که نمازی حضرات مسجد کے ملبے کے نیچے دب کر مر جائیں. حکومت حاصل کرنے کے بعد معروف شخصیات کی پهر سے تحقیق کرو کیونکه نه وه گذشته شناخت کافی ھے اور نه هی اگر کافی ھے بهی تو موجوده حکومت کے لئے کفایت نهیں کرتی – بار بار یاد دلا رها هوں اے مالک! بهت دقت سے کام لو کیونکه یه دین مدتوں بد معاش بے دین کے هاتهوں اسیر رها ھے. ایسا نه هو که شر پسندوں کے قید سے خطر ناک ترین قید میں گر پڑے که واولا.

اے مالک! یه سچ ھے کا کام زیاده هو چکا ھے، کم دنوں میں کافی ترقی هو چکی ھے، خلافت چور کی اساس ویران هو چکی ھے، شراب فروشی اور بادۂ نوشی آشکار نهیں ھے لیکن شراب کی مستی سے بدتر مقام کی مستی ھے ایسا نه هو که تمهارے بعض کار گذار اور سر کاری لوگ شراب نه پی کر بهی مست کردیں اور اپنی بد مستی کو اسلام کے حساب میں ڈال دیں، حاکم شرع کتاب اور سنت کے خلاف حکم دیدیں اور تنقید کرنے والوں کو مفسد فی الارض اور مرتد شمار کرلے بعض کمیونسٹ اقتصادی گروپ تم کو ان کے اور اُن کے اموال کو هڑپ کر جائے... اگرچه امامت فریاد کرے تو کوئی سننے والا نهیں هو گا، یهاں تک که اُسے دهمکی بهی دے اگر یه روش جاری رهے جو کچھ بهی اور جسے بهی دیا ھے ، اُسے واپس لے لوں گا. (چنانچه مرحوم آیة الله خمینی مرحوم نے بار بار فرمایا ھے) چنانچه مرکز فیصله کی اصلاح ایک اسلامی ملک اصلاحی قدم ھے اس میں نظر انداز کرنا خطر ناک ترین فساد کا باعث ھے چنانچه نا اهل قاضیوں کے بارے میں امیر المؤمنین(ع) فرماتے هیں:

« إنّ أبغض الخلائق إلی الله رجلان: رجل وكله الله إلى نفسه فهو جائر عن قصد السّبيل، مشغوف بكلام بدعة، و دعاء ضلالة، فهو فتنة لمن افتتن به، ضال عن هدى من كان قبله، مضلّ لمن اقتدى به في حياته و بعد وفاته، حمّال خطايا غيره، رهن بخطيئته. و رجل قمش جهلا موضع في جهّال الأمّة عاد في أغباش الفتنة، عم بما في عقد الهدنة قد سمّاه أشباه النّاس عالما و ليس به، بكّر فاستكثر من جمع ما قلّ منه خير

ممّا كثر، حتّى إذا ارتوى من آجن، و اكتنز من غير طائل، جلس بين النّاس قاضيا ضامنا لتخليص ما التبس على غيره، فإن نزلت به إحدى المبهمات هيّأ لها حشوا رثّا من رأيه، ثمّ قطع به، فهو من لبس الشّبهات في مثل نسج العنكبوت: لا يدرى أصاب أم أخطأ: فإن أصاب خاف أن يكون قد أخطأ، و إن أخطأ رجا أن يكون قد أصاب، جاهل خبّاط جهالات عاش ركّاب عشوات لم يعضّ على العلم بضرس قاطع يذرى الرّوايات إذراء الرّيح الهشيم لا مليء و الله بإصدار ما ورد عليه، و لا هو أهل لما فوّض إليه لا يحسب العلم

في شيء ممّا أنكره، و لا يرى أنّ من وراء ما بلغ مذهبا لغيره، و إن أظلم أمر اكتتم به لما يعلم من جهل نفسه، تصرخ من جور قضائه الدّماء، و تعجّ منه المواريث إلى الله أشكو من معشر يعيشون جهّالا، و يموتون ضلّالا ليس فيهم سلعة أبور من الكتاب إذا تلى حقّ تلاوته، و لا سلعة أنفق بيعا و لا أغلى ثمنا من الكتاب إذا حرّف عن مواضعه، و لا عندهم أنكر من المعروف، و لا أعرف من المنكر» خدا کے نزدیک مبغوض ترین دو طرح کے افراد هیں:
ایک وہ شخص جس کو اس کے اوپر چھوڑ دیا هو (کیونکه اس کے اندر هدایت کی امید نهیں هے) که راہ خدا کو طے کرنے میں فیصله کرنے میں که وہ ظالم گمراہ تهے که اس نے بدعت آمیز اور گمراہ باتوں سے اپنے آپ کو خوش کئے هوا هے، جس نے بهی اس سے دهوکه کهایا هے فتنه اور آشوب هے. سابق رهبروں کی راہ سے بهٹک گیا هے، جو بهی اس کر زندگی میں اس کی پیروی کرے یا اس کے مرنے کے بعد اس کا اتباع کرے وہ (اتباع) گمراہ کرنے والا هے اور دوسروں کے گماهوں کا بوجھ اٹهانے والا هے اور اپنی خطا میں گرفتار نا دانی کا شکار هے اور جاهلوں کے درمیان اپنی پوزیشن رکهتا هے- فتنه و فساد سے مقابله کرنے میں ظالم هے ، معاهده صلح میں غور و فکر کرنے سے اندها هے جو لوگ، عوام مشابه هیں انهیں دانشور کهتے هیں لیکن جاهل هیں تیزی سے سر اٹها کر زیادہ سے زیادہ جمع کر لیتے هیں (خواہ مال هو خواہ مقام و منصب) اس کے لئے جتنا کم سے کم هو لیکن اُس میں اضافه هو جائے تو بهتر هے تاکه گنده پانی سے سیراب هو اور نا گهاں خزانه و موٹی رقم حاصل کرنے اور لوگوں کے درمیان مسند قضاوت پر مسند نشین هو جائے تا که جو کچھ دوسروں کے لئے مشتبه هے سے نجات پائے.
اگر اسے کسی پوشیده قضیه اور واقعه کا سامنا هو تو اپنی رای سے بد بو دار حاشیه بنا کر گهن گرج کے ساتھ فیصله کرے گا، شبهوں سے ٹکرانے میں مکڑی کے جالے کی طرح هے.(جتنا بهی لپٹے گا اپنے ارد گرد هی لپٹے گا اور شبه کی پیچیدگی میں اضافه کر دے گا) اسے معلوم بهی نهیں هے که اُس نے صحیح کیا یا غلط اگر اس نے صحیح کیا هے تو خطا کا خطرہ محسوس کرتا هے اور اگر غلط کیا هے تو اس کے صحیح هونے کا امیدوار هے. نادان هے اور دیوانه کی طرح جهالت میں غوط لگا رها

ھے، اندھا ھے اور اندھے پن میں گمراھیوں کا سوار، یقیناً اُس نے علم پر بھروسہ نہیں کیا ھے ابھی بھی اپنی رائ میں یقین کو جگہ نہیں دی اور نہ دے سکتا ھے) روایات کو تند تند ھوا کی طرح تتر بتر کر دیتا ھے اور بکھیر کر رکھ دیتا ھے نہ تو خود علم سے مالا مال ھے کہ جس کا بھی اسے سامنا ھوتا ھے تو صحیح طریقہ سے اسے صادر کرے (شبہ بر طرف کر کے اختلاف کا فیصلہ کرے) اور نہ ھی جس مقام پر فائز ھے اس کا اھل ھے – جو کچھ وہ نہیں سمجھتا یا نہیں جانتا اور انکار کرے اس کا علم نہیں رکھتا اور جو کچھ اُس نے خود سمجھ لیا ھے وہ دوسروں کی سمجھ کو درست نہیں مانتا، اگر کسی چیز کے بارے میں نہیں جانتا اور اس سلسلہ میں وہ تاریکی میں ھوتا ھے تو اس کی پردہ پوشی کرتا ھے (کھیں لوگ اسے جاھل اور سرگرداں نہ سمجھ لیں) کیونکہ وہ اپنی جہالت سے بخوبی واقف ھے« تضرخ من جور قضائه الدّماءُ»: مظلوموں کے خون اس کے فیصلہ کے ظلم سے فریاد کرتے ھیں « و تعجُّ منه المواريثُ»:زیر و زبر شدہ میراث اس سے گلہ کرتی اور اُس پر آنسو بھاتی.

ھم خدا سے اُس گروہ کی شکایت کر یں گے جو جھالت اور نادانی میں زندگی گذارتا ھے نیز گمراہ اور گمراہ کرتا ھوا مر جاتا ھے. ان کے پاس فروخت کرنے کے لئے قرآن زیادہ کوئی نا چیز پونچی نہیں ھے، اگر اس کی صحیح طور پر پیروی کی جائے اور اُس قرآن سے گراں تر نہیں کہ اس کے اھداف و مقاصد میں تحریف ھو جائے(قرآن اپنے معنی میں ارزاں ھے اور ان کی مرضی کے معنی گراں ھے) ان کے نزدیک نیکی سے زیادہ بری اور ناپسندیدہ چیز کوئی نہیں اسی طرح منکر اور برائی سے بھتر کوئی چیز نہیں ھے .

یہ شریعت کے منصف حضرات اور حکّام! کہ امیر المؤمنین اُن سے نالہ ھیں، وہ صرف اھلسنت کے قاضی نہیں ھیں کہ اُن میں سے بعض اپنے مذھبی نظریہ کے مطابق کتاب اور سنت کے معیاروں اور علم و عدالت کی بنیاد پر فیصلہ کرتے ھیں. بلکہ آپ قاضی سے شکوہ کر رھے ھیں خواہ سنی ھو یا شیعہ (کہ یہ اُس سے بدتر ھے) یہ جو خود کو علوی شیعہ کھتا ھے اور علی(ع) کے حکم کے خلاف فیصلہ کرتا ھے اس کا خطرہ دیگر قاضیوں اور منصفوں سے کھیں زیادہ ھے – بلکہ اس سے مراد ھر (شرعی حاکم) ھے جو شرعی معیاروں کے خلاف فیصلہ پر بیٹھ کر کتاب اور سنت کے خلاف حکم کرتا اور فیصلہ سناتا ھے – خواہ سنی ھو یا شیعہ دوسری جگہ پر ظالم قاضیوں کے ضد و نقیض فیصلوں کے بارے میں فرماتے ھیں

«ترد على أحدهم القضيّة في حكم من الأحكام فيحكم فيها برأيه، ثمّ ترد تلك القضيّة بعينها على غيره فيحكم فيها بخلافه، ثمّ يجتمع القضاة بذلك عند الإمام الّذى استقضاهم فيصوّب آراءهم جميعا، و إلههم واحد و نبيّهم واحد و كتابهم واحد أ فأمرهم

الله تعالى بالاختلاف فأطاعوه أم نهاهم عنه فعصوه أم أنزل الله دينا ناقصا فاستعان بهم على إتمامه أم كانوا شركاءه فلهم أن يقولوا و عليه أن يرضى أم أنزل الله سبحانه تعالىدينا تامّا فقصّر الرّسول صلّى الله عليه و آله و سلّم عن تبليغه و أدائه، و الله سبحانه يقول: (وَ ما مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ) و قال: (وَ يَوْمَ نَبْعَثُ) و ذكر أنّ الكتاب يصدّق بعضه بعضا، و أنّه لا اختلاف فيه فقال سبحانه: (وَ لَوْ كانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلافاً كَثِيراً). و إنّ القرآن ظاهره أنيق و باطنه عميق، لا تفنى عجائبه، و لا تنقضي غرائبه و لا تكشف الظّلمات إلّا به»انهیں نا اهل اور ناب کار حاکم اور منصف کے سامنے کسی حکم سے متعلق واقعه پیش کرتا هے اور وه اپنی مرض کے مطابق حکم صادر کرتا هے هوبهو اُسی ظالمانه واقعه تک پهونچ جاتا هے اور اُس کے خلاف ایک دوسرا حکم کرتا هے – اس کے بعد ایک دوسرے کے مخالف منصف حضرات اُس کے امام کے پاس جمع هوتے هیں جس نے انهیں فیصله کے منصب کے لئے انتخاب کیا هے – اور اُس نے سب کے آرا کو منظوری دی هے اور سارے مسائل کی تائید کرتا هے . جبکه سب کا خدا، پیغمبر اور سب کی کتاب بهی ایک هی هے- کیا ان کے خدا نے اختلاف اور نزاع کا حکم دیا هے که لوگوں نے اس کے حکم کا اتباع کیا هں؟ یا اس کے نزاع اور اختلاف نهیں کی هے (که ان تناقضات سے مدد کریں) یا یه لوگ صف اول کے خدا کے نزدیک هیں که جو چاهیں کهدیں اور خدا بهی بے چون و چرا ان کی بات مان لے یا پهر اُس نے کامل دین بهیجا هے لیکن پیغمبر نے اس کے پونچا نے میں کوتاهی کر دی هے جبکه خدا قرآن میں فرماتا هے : (هم نے کتاب میں هر گز کوتاهی نهیں کی هے) اور ارشاد هوتا هے (اس میں هر چیز کا بیان هے) اور اس بات کی یاد آوری کی هے که آیات قرانی ایک دوسرے کی تصدیق کریں اور اس میں کبهی کوئی اختلاف نهیں هے چنانچه ارشاد هوتا هے: اگر یه قرآن خدا کے علاوه کی طرف سے هوتا تو اُس میں بهت اختلاف پاتے) یه قرآن حقیقت میں اس کا ظاهر رواں اور ساده اور اس کا باطن عمیق اور سنگین هے اس کے عجائبات فنا هو جانے والے هیں اور تاریکیاں صرف اور صرف اسی کے ذریعه چهٹیں گی)

نا اهل اور نالائق قاضیوں کا حال اس درجه خطرناک اور مهلک هے که بعض احادیث کی روشنی میں ان کے ساتھ رفت و آمد رکهنا، اٹهنا اور بیٹهنا بهی خطره کا باعث هے جیسا که محمد بن مسلم فرماتے هیں : (حضرت امام محمد باقر(ع) کا میرے پاس سے گذر هوا اس وقت میں مدینه کے قاضی کے پاس بیٹها هوا تها جب آنے والی صبح کو میں ان کی خدمت میں پهونچا تو آپ نے فرمایا : یه کیسی بزم تهی جو کل میں نے دیکهی؟ میں نے کها: میں آپ پر قربان جاؤں! یه قاضی میرا احترام کرتا هے لهذا میں کبهی کبهی اس کے پاس بیٹھ جاتا هوں.فرمایا: تم کهاں سے محفوظ ره جاؤگے جب خدا کی لعنت برسے گی اور تم کو شامل نهیں هو گی – (کلینی اور شیخ نے صحیح کے مانند قوی سند کے ساتھ اس خبر کو نقل کیا هے.)

هم ملاحظه کرتے هیں که محمد بن مسلم جیسے دانشور کا قاضی جور کے ساتھ نشت و برخاست بھی حرام هے ، جبکهآپ کی نظر میں اس نشت سے ان کی مدد کرنا نهیں تھا بلکه کبھی ایسا بھی هوتا هے تقیه یا کوئی مصلحت نے اسے اس پر مجبور کیا هے اس خبر سے یه اندازه هوتا هے که ظالم قاضیوں کے پاس رفت و آمد اور نشت و برخاست نه از روئے تقیه قابل قبول هے اور نه هی کسی مصلحت کے عنوان سے !(سوائے ارشادی صورت کے)

کیا قاضی فیصله کرنے میں اپنے علم پر اکتفا کر سکتا هے؟ خواه شهادت اور قسم جیسے شرعی ادله اس کی تائید کریں یا نه کرے ، یا صرف وه معین شرعی ادله هیں جو حکم کا مستند قرار پاسکتے هیں خواه قاضی ان راهوں یا اس کے علاوه راهوں سے علم حاصل کرتے یا نه کرے. بلکه اگر ان ادله کے خلاف علم رکھتا هو یا یه که دونوں شرطیں هوں که قاضی بھی علم حاصل کرے اور شرعی دلیلیں بھی اس علم کے مطابق هوں؟.

بیشک شهادت(گواهی) قسم اور اس کے مانند قضاوت اور فیصله کے باب میے حکم کے وسائل میں سے هیں، یه سب نه یه که طریقت رکھتے هیں اور نه هی صرف موضوعیت تمام راهوں کے درمیان اثبات اور نفی کا راسته یهی هیں اس شرط کے ساتھ که اس کے خلاف کوئی واضح دلیل نه هو جیسے یه که قاضی خود موضوع نزاع کے مسئله میں حاضر هو اور واضح طور پر معلوم هو گیا که حق شاهد اور قسم کے خلاف هے که یهاں پر شاهد اور قسم ایک مخصوص راه کے سوا کچھ نهیں هے – درجه اعتبار سے ساقط هو کر دوسرا حکم نافذ هوگا. پس یه ادله نصف طریقت رکھتے هیں اور نصف موضوعیت که فیصله کرنے میں اثبات و نفی کی ظاهری راه هیں نه ظن اور گمان کی دوسری راهیں جب تک ان کے خلاف کوئی قطعی دلیل نه هو تو فیصله کی بنیاد صرف اور صرف انهیں پر هوگی اور بس. هاں اگر قاضی اپنی آنکھوں سے یقین اور قطع کے ساتھ ان کے خلاف جانتا هو که فطری طور پر وه سب بے کار هو جائیں گی اگرچه خود اس کا حکم بھی بنیاد نه بن سکے.

یه آیات و روایات فیصله اور قاضی شرع کے سلبی اور ایجابی صفات کی نفی و اثبات میں هیں که اسلامی حومت میں ضروری هں اور اس کی حد درجه چھان بین کی جائے اور اسلامی فیصلوں کے سلسله میں سهیل انگاری اسلامی معاشره کو اسیر کرنا اور طاغوت کے قید خانه سے اُس سے بد تر دیگر قید خانه میں منتقل کرنا هے.

هم یهاں پر علی(ع) کے مالک اشتر کو دئیے جانے والے آخری قضائی فرمان کی وضاحت کریں گے.

اے مالک! فیصلہ اور منصفوں(ججوں) کے سلسلہ میں دقت سے کام لو کیونکہ یہ دین کافی عرصہ تک نابکار افراد کے ہاتھوں اسیر رہا ہے، ایسا نہ ہو کہ تمہارے ہاتھ بھی اسیر ہو جائے ، دینداری کے نقاب میں اسیری ظاہر ہو کہ واویلا ہے، اگر دین، دین کے خلاف، اسلام، اسلام کے خلاف اور عدالت اس کے خلاف استعمال ہو تو کمزور ایمان والوں کو بے ایمان اور مومنین کے ایمان کو کمزور بنا دے گی – سرعی قاضی باطنی اور ظاھری دونوں لحاظ سے فریقین کے درمیان مساوات اور برابری کا لحاظ کرے. اب ہم قاضیوں کے شرائط اور قوانین بیان کر رھے ھیں.

علم قاضی اور حکم کی ساری دلیلیں

علم کا پہلا حصہ کہ احکام میں اجتھاد ھے، فیصلہ کے وقت(اولی احوط)، اظھر) اور (اقوای) کھدینا کافی نہیں ھے بلکہ قاضی حکم کویقین سے جانتا ھو تا کہ شرائط کے ساتھ فیصلہ کا مستند قرار دے سکے« ولم یعضُّ علی العلم بضرسٍ قاطع» اسی شرط کو بیان کر رھی ھے کہ اس کا اجتھاد یقینی ھو - اس معنی میں کہ دلیلوں کے لحاظ سے یقین رکھتا ھو نہ واقعیت مطلق کیونکہ واقعیت مطلق تک سو فیصد رسائی غیر معصوم کے لئے ممکن نہیں ھے اگرچہ ظاھری تکلیف میے یقین ممکن ھے کم ازکم ایسا یقین جو احتیاط سے حاصل ھوتا ھے. اس پہلے بعد میں بھی صرف قاضی کے نظریہ میے یقین کافی نہیں ھے خواہ اجتھاد کی بنیاد پر ھو یا تقلید کی اگر قاضی کے خلاف ھو تو ایسے مورد میں قاضی اُس ذمہ داری کے خلاف بنیاد پر حکم نہیں کرسکتا.

جیسا کہ امر بالمعروف و نھی از منکر کے باب میں جیسے امر یا نھی کی جارھی ھے ،اس کو معروف اور سمرائی کی پھچان ھونی چاھیے تو صرف امر ونھی کرنے والے کی نظر میں کیونکہ اگر منع کئے جانے والے شخص کی نظر میں کوئی کام حرام نہیں ھے لیکن حکم کرنے والے کی نظر میں حرام ھے تو وہ روکنے کا حق نہیں رکھتا – قضاوت کے باب میں اگر طرفین اختلاف یا کوئی ایک عقد نکاح میں غیر عربی صیغہ کو کافی جانے اور ایسی بنیاد پر ازدواج کرے اور نزاع و اختلاف قاضی کے پاس جائے تو اگر قاضی عربی صیغہ کو شرط بھی جانتا ھو پھر بھی اسے یہ حق نہیں کہ تکلیف اور ان کی نظر کے خلاف حکم کرے.

یھاں پر اگر دونں ھی فریق قاضی کے نظریہ کے مخالف ھوں تو واضح ھے لیکن ایک موافق اور ایک مخالف ھو تو قاضی اپنے نظریہ کے مطابق اس موافق کے نظریہ کے لحاظ سے فیصلہ سنائے گا.

لیکن جس کا نظریہ قاضی کے نظریہ کے خلاف ھے اس کی تکلیف کے خلاف اسے فیصلہ سنانے کا حق نہیں ھے – مثال کے طور پر لڑکی اور

لڑکا کے باپ کی اجازت کے بغیر شادی کرلیں اور اُن میں سے ایک کے نظریه کے مطابق باپ کی اجازت شرط هے اور دوسرے کے مطابق شرط نهیں هے تو قاضی بهی یا اول کے نظریه کے موافق هے یا دوسرے کے تو یهاں پر هر ایک کے حق میں خود اس کے نظریه کی بنیاد پر فیصله کرنا چاهیے جیسا که امر بالمعروف اور نهی عن المنکر کے باب میں بهی ایسا هی هے.

اگر طرفین نزاع اجتهاد اور تقلید سے خالی هیں اور ان کے متنازع فیه کے حکم میں اختلاف هے تو یهاں پر بهی اپنے نظریه کے مطابق قاضی فیصله نهیں دے سکتا بلکه ایسے مورد اتفاق یا احتیاط کے مطابق فیصله کرنا چاهیے – مثلاً کنواری کی ولایت کے مسئله میں لڑکا اور لڑکی نے اجتهاد یا تقلید کے بغیر ولی کی اجازت کے بغیر شادی کر لی اور قاضی کی نظر میں ولی کی اجازت شرط هے یهاں پر بهی قاضی اپنے نظریه کے مطابق ان دونوں کے خلاف فیصله کر سکتا کیونکه حکم اجتماعی (اتفاقی) اور قطعی نهیں هے اور وه لوگ بهی مجرم نهیں هیں. بالاخر قاضی کا اجتهاد اُس وقت حکم اور فیصله کی بنیاد بن سکتا هے که جب ان کے درمیان کوئی اختلاف نه هو یا کم از کم طرفین نزاع کی تقلید یا ان کے اجتهاد کے مطابق هو ، ان دو صورتوں کے علاوه اپنے اجتهاد کی روشنی میں کوئی حکم صادر نهیں کرسکتا.

راه سے یا دیگر طریقوں سے جو ان دلیلوں کے موافق هو ، علم حاصل کرے که حق کے ساتھ هے . جیسا که هشام کی حضرت امام جعفر صادق(ع) سے صحیح میں رسول خدا(ص) سے مروی هے که آپ نے فرمایا: « اِنما اَقضی بینکم بالبینات والاَیمان و بعضکم اَلحن بحجتهِ من بعض. . .» میں تمهارے درمیان صرف اور صرف دلیلوں اور قسموں کی روشنی میں فیصله کرتا هوں . صرف ایک مورد که قاضی ان دلیلوں کے خلاف علم رکھتا هے . استثناء هے اور باقی سارے موارد انهیں حدود میں محدود هیں که ان میں سے ایک قاضی کا علم هے.

اب دیکھنا یه هے که علم قاضی کے ساتھ یه دلیلیں خواه کسی طریق سے هوں کیا حکم قطعی کا مستند بن سکتی هیں – شهادت کے بارے میں روایات ذکر هوئی هیں اور جهاں تک آیات شهادت سے مطابقت کرتی هیں ، قابل قبول هیں.

سوره طلاق کی دوسری آیت میں طلاق اور عده رجعیه میں رجوع کے سلسله میں دو عادل کی گواهی کو واجب جانتے هو ئے فرماتا هے: « اَو فارقو هنّ بمعروفٍ وَأشهدوا ذوی عدلٍ منکم وأقیمو الشهادة لله. . .»یا اُن سے حُسن سلوک اور نیکی کے ساتھ کناره اور جدائی اختیار کرو اور اپنے اوپر دو عادل شخص کو گواه بناؤ اور اسی گواه کو خدا کے لئے قائم رکھو که وقت پڑنے پر اس طلاق پر گواه هو سکیں.

ای آیت کی روشنی میں طلاق پر گواھی کے لحاظ سے (کسی ایک کے یا دونوں کے طلاق کا انکار کرنے پر) صرف اور صرف دو عادل کرد کی گواھی حکم شرعی کا مستند بن سکتی ھے اور بس – فطری ھے کہ شہادت صرف نفی یا اثبات کا علم نہ ھونے کے سلسلہ میں ھوتی ھے لیکن اگر حاکم شرع خود طلاق کے وقت موجود رھا ھو اور دو عادل گواھوں کو نہ دیکھا ھو تو یھاں پر بھی دو گواہ کی گواھی علم کے خلاف حکم کا مستند بن سکتی ھے؟ ھر گز نہیں، مگر یہ دعوی کیا جائے کہ جس مجلس میے قاضی موجود تھے وہ طلاق کی مجلس نہیں تھی تو پھر قاضی کا علم خود بخود منتفی ھو جائے گا.دَین(قرض) کے سلسلہ میں ھم سورہ بقرہ کی آیت ۲۸۲ میں ملاحظ کرتے ھیں وَ لْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كاتِبٌ بِالْعَدْلِ . . . وَ اسْتَشْهِدُوا شَهيدَيْنِ مِنْ رِجالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَ امْرَأَتانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَداءِ . . .»

یقیناً اس دین کا تمھارے درمیان ایک لکھنے والا عدالت کے ساتھ لکھے ... اور اپنے مردوں میں سے دو کو اس پر گواہ بناؤ اگر دو مر نہ ھوں تو پھر ایک مرد و عورت ایسے گواہ ھوں جس پر تم لوگ راضی ھو...)
لیکن جھاں پر ناموس اور کوئی جنسی مسئلہ ھے، وھاں پر صرف اور صرف چار عادل مرد کی گواھی ھے ، اور جھاں پر مال کا مسئلہ ھے اگر ممکن ھو تو صرف وھی دو عادل مرد ورنہ ایک عادل مرد اور دو عادلہ عورتیں.

ان دونوں سے اھم زنا ثابت کرنے کے لئے صرف اور صرف چار مرد کی گواھی حکم کی بنیاد قرار پائے گی ، جیسا کہ سورہ نسأ کی ۱۵ رویں آیت میں ھم پڑھتے ھیں«وَ اللاَّتي‏ يَأْتينَ الْفاحِشَةَ مِنْ نِسائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُم . . .»

یھاں پر نہ عورتوں کی گنجائش ھے اور نہ ھی چار مردوں سے کم کافی ھے. نیز آیہ کریمہ۱۲۴ میں ھے «لو لا جاء واعلیہ باربعة شهداء فاذلم تواباٴ لشهداء فاولئک عند الله هم الکاذبون»: کیوں اس (زنا) پر چار گواہ پیش نہیں کئے چونکہ ان لوگوں نے چار گواہ پیش نہیں کئے پس یہ لوگ (بھی) خدا کے نزدیک (چھوٹے ھیں)

وصیت پر شہادت کے سلسلہ میں بھی سورہ مائدہ کی ۱۰۶آیت میں ارشاد ھوتا ھے« يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا شَهادَةُ بَيْنِكُمْ إِذا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حينَ الْوَصِيَّةِ اثْنانِ ذَوا عَدْلٍ مِنْكُمْ أَوْ آخَرانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصابَتْكُمْ مُصيبَةُ الْمَوْتِ . . .».

آگاه اے مومنین! تمهارے درمیان ترجمه از اردو قرآن سے)
نیز مسلم عادل کی گواهی اُس وقت جائز هے جب دو مسلمان عادل موجود نه هوں) قانونی اور بنیادی طور پر عدالت ، شهادت کی اصلی شرط هے اگرچه غیر مسلم عادل هو که اپنے دین میں عادل اور امانت دار هے.
تمام موارد میں بهی عموماً دو شاهد کافی هیں اور کبهی کبهی صرف عادل عورتوں کی گواهی ان موارد میں که صرف عورت دے سکتی هے جیسے بکارت (کنوارن) اور عدم بکارت پر گواهی اور اس کے مانند جیسا که محمد بن فضیل کی حضرت امام رضا(ع) سے معتبر خبر میں مذکور هے که میں نے آپ سے عورتوں کی گواهی کے بارے میں سوال کیا نکاح، طلاق اور سنگسار کرنے میں ان کی گواهی صحیح هے؟ آپ نے فرمایا: عورتوں کی گواهی اُن چیزوں میں جهاں مردوں کی رسائی نهیں هے اسی طرح نکاح میں اگر ان کے ساتھ مرد بهی هو تو صحیح هے، لیکن طلاق اور خون میں جائز نهیں هے اور زنا کی حد میں بهی اگر تین مر د اور دو عورت هو یا دو مرد اور چار عورتیں هوں، جائز نهیں هے.[1]
یهاں پر یونس بن عبد الرحمن کی صحیح روایت میں حضرت امام صادق(ع) سے مذکور هے : « قال سألته عن البيتة إذا أقيمت على الحق أيحل للقاضى أن يقضى بقول البينة فقال عليه السلام خمسة اشياء يجب على الناس الأخذ فيها بظا هر الحكم الولاياتُ والمناكح والذبايحُ والشهادات والأنساب، فإذا كان ظاهر الرّجل مأموناً جازت شهادته ولا يُسأل عن باطنه»
یه خبر متواتر اور تمام اهل حدیث کے نزدیک مورد قبول هے.
میں نے .... اور شهادت کے بارے میں آنحضرت سے سوال کیا که اگر بیّنه بر حق قائم هو تو قاضی شرح کے لئے اس کے مطابق فیصله دینا جائز هے؟ آپ نے فرمایا: پانچ چیزوں میں لوگوں پر اس کے ظاهر کے مطابق فیصله کرنا واجب هے: ولایتوں(باب،دادا اور دیگر شرعی ولاة) شادیوں میں(که عموماً شاهد کے بغیر هے) میں که مسلمانوں کے هاتهوں یا مسلمانوں کے بازار میں انجام پایا هو تو ان کی حلیت کا حکم کرنا چاهیے – شهادتوں اور انساب میں اگر کوئی شخص کا ظاهر مطمئن اور بے داغ هو تو اس کی گواهی صحیح هے اور اس کے باطن کے بارے میے سوال نهیں کر کے. ظاهر کی دوستگی سے مراد صرف ظاهر الصلاح هونا نهیں هے بلکه اس کی رفتار ، گفتار اور اس کے کردار سے ایسا ظاهر هو که وه دل هے اور پهر اس کے باطن کے بارے میں سوال نهیں کرنا چاهیے.

[1] – کافی، باب ما یجوز من شهادة النساء و ما لا یجوز خبر٥، اور تهذیب باب البینات، خبر ١٠٩ اور ١١٧. یه خبر آیت نساء کے خلاف جائز نهیں هے کیونکه اس میں چار مردوں کی شرط هے.

اگر قاضی شرع شھادت ، قسم اور اس کے مانند چیزوں کی بنیاد پر علم حاصل کرے بشرطیکہ خوش باور اور زودیقین کرنے والا نہ ھو تو ایسا علم تمام گذشتہ ۱۳ شرطوں کی رعایت کے ساتھ(جنسی جرائم کے علاوہ کہ صرف اور صرف شھادت سے متعلق ھے) حکم شرعی کی بنیاد بن سکتا ھے.اور اگر علم بھی حاصل نہ ھو اور فیصلہ کرنے کے لئے شھادت اور اس کے مانند کوئی چارہ نہیں ھے – اور اس حکم میں کوئی شبہ اور خدشہ نہیں ھے.

اور زیادہ غور و خوض اور جستجو و کوشش بھی کوئی زیادہ اثر نہیں رکھتی – طبعا انھیں شرعی معیاروں کے مطابق حکم کریں لیکن اس کے اجرأ کرنے میں جلد بازی نہ کریں. اس بغیر شاید کوئی واقعہ پیش آجائے یہ حکم نقض ھو جاتا ھے... با لا خر ممکن حد تک تاخیر اور احتیاط ضروری ھے. شاھد کی عدالت کا معیار قید روایات میں ذکر ھوا ھے کہ ان سب میں مفصل ترین روایت عبد اللہ بن یعفور کی صحیحہ ھے.[۱] کہ حضرت امام صادق (ع) سے میں نے سوال کیا کہ مسلمانوں کے درمیان عدالت کی کیسے شناخت ھوتی ھے؟ تا کہ مسلمانوں کی موافقت یا ان کے خلاف عادل شاھد قابل قبول ھو؟ آپ نے فرمایا: شخص کو عیوب و عفت کی پوشش، شکم، شرمگاہ، ھاتھ ، پاؤں اور زبان کے اجتناب نیز گناھان کبیرہ سے پرھیز کے ذریعہ کہ ص۱۷ پر عذاب کا وعدہ کیا ھے جیسے شراب، چوری، زنا، سود خوری، حقوق والدین، جنگ سے فرار و غیرہ جیسے صفات عدالت کا نظریہ ھے (کہ طبعاً غیر معصوم بے عیب نھیں ھے اور اپنے عیوب کو ڈھانپا ضروری ھے) تا کہ مسلمانوں پر خفیہ عیوب کو فاش کرنا حرام ھے. نیز اس کی لغزشوں اور عیوب کو فاش کرنا اس کی جستجو کرنا حرام ھے بلکہ تزکیہ اور مساوات کرنا واجب ھے تا کہ اپنی عدالت لوگوں کے درمیان آشکار کریں.

اسے روزانہ کی پنجگانہ نمازوں میں پابند ھونا چاھیے اور اس کی پابندی کرنی چاھیے ،نماز کے اوقات میں مسلمانوں کی جماعت میں ضرور شرکت کرے اور عذر و دلیل کے بغیر حمایت کو ترک نہ کرے.

اگر پنجگانہ نمازوں میں اس طرح پابندی کا اظھار کرے اور اس کے بارے میے اگر محلہ اور قبیلہ والوں سے سوال کرے تو لوگ یہ جواب دیں کہ میں نے اسے خیر میں مشغول اور نماز کی پابندی کرتے دیکھا ھے . یہ وہ اسباب ھیں جو اس کی مسلمانوں کے درمیان گواھی کو نافذ کرتے اور اس کی عدالت کو ثابت کرتے ھیں...»

---

[۱] – تهذیب باب التبیات، خبر اول.

بھر صورت عدالت کی شناخت صرف اور صرف اس بنیاد پر ھے نھیں ھے کہ وہ مسلمان ھے اور مسلمان کو قاعدتاً عادل ھونا چاھیے ، نھیں ! بسا اوقات مسلمانوں کی لا دینی غیر مسلموں سے زیادہ ھے یعنی مسلمان، غیر مسلموں سے زیادہ اسلام مخالف افعال انجام دیتے ھیں.
تمھیں اس کی آنکھ زبان ، رفتار، معاشرت، نماز اور اس کے تمام واقعات پر نظر رکھو تا کہ اس کی عدالت کی گواھی دے سکو. وہ بھی ایسی عدالت کہ جو گواھی میں لازم ھے ، صرف امام کی عدالت کی بات نھیں ھے کہ اس کی بے عدالتی خطرہ نھیں ھے ، اس عدالت کی بات ھے جو مسلمان کی جان ، مال، عزت و آبرو اور ناموس سے مربوط ھے . پس ایسی عدالت سنگین اور واقعی ذمہ داری کی حامل ھے کہ آشکار طور پر شاھد میں بخوبی نمایاں ھو.
آخر کار اگر شھادت شرعی معیاروں کے مطابق ھو اور ساتھ قسم کھانے پر متھم نہ ھو کہ رد ھو جائے اور قاضی بھی اس کی گواھی کے خلاف عینی علم نہ رکھتا ھو یھاں پر قاضی کی ذمہ داری ھے (جنسی تھمت کے علاوہ) پوری احتیاط کے ساتھ اس شھادت کے مطابق حکم کرے لیکن اگر درست گواھی کا وجود نہ ھو یا غیر جنسی امور کے لئے یا اقرار جیسا کوئی حکم نہ ھو تو کیا قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ کر سکتا ھے؟ خود کوئی امور میں خود حاضر ھو یا کوئی اور بنیاد ھو؟ ھمارے پاس ایسے موارد میں فیصلہ کے نہ جواز پر کوئی شرعی دلیل ھے اور نہ وجوب پر بلکہ بھت ساری دلیلیں اس فیصلہ کی حرمت پر گواہ ھیں! اگر شھادت کے لئے خود قاضی کا کسی واقعہ میں موجود ھونا دلیل ھو تو اس کا اثر صرف ایک شاھد عادل کے بقدر لازم ھے کہ ھر گز کسی حکم کی بنیاد نھیں ھو سکتا کہ دو یا چند شاھد(ضروری ھیں کہ اگر یھی قاضی دوسرے قاضی کے نزدیک گواھی دے کہ طرفین نزاع اس کے پاس رجوع کرتے ھیں تو نہ صرف اس کی گواھی قابل قبول نھیں ھے بلکہ بھتان باندھنے کی حد بھی اس پر جاری ھو گی. پس خود اس کے نزدیک اختلاف کے مورد میں خود اس کا حکم بنیاد نھیں بن سکتا یھاں پر قاضی کا علم جو اس کے واقعہ میں عینی شاھد ھونے پر دلیل ھے. کافی نھیں چہ جائیکہ ایسا علم جو اس کے دعوی کے مطابق قرائن سے حاصل ھو کہ بطریق اولی یہ علم حکم کا مستند نھیں ھو سکتا. اصولی طور پر کسی کا علم یا اس کی معلومات صرف اور صرف اس کے لئے ھے اور دوسرں تک سرایت نھیں کرسکتی بالخصوص فیصلہ کے باب میں جھاں تھمتوں کا خطرہ زیادہ رھتا ھے.
جو قاضی حضرات عقل، شرع اور عرف کے پسندیدہ معیاروں پر درست گواھی کی بنیاد پر حکم دیتے ھیں ، تھمتوں سے دور نھیں ھیں چہ جائیکہ شرع کے نزدیک قابل قبول گواھی اور شرعی دلیل کے بغیر صرف اس

پر تکیہ کرتے ہوئے کہ میں جانتا ھوں میں نے دیکھا ھے یا قرائن سے پتہ لگایا ھے اگر ان نا معلوم ادعائی مقدمات کی معیار پر حکم صادر کرے تو واویلا ھے!.
اُس وقت مسلمانوں کی جان، مال ، عزت و آبرو میں تصرف ایک ایسی حقیقت ھے کہ محکوم کرنے والے کی واقعیت کے سوا قابل قبول نہیں ھے. اس حقیقت تک یا سو فیصد پھونچتا ھے کہ مثال کے طور پر خود قاضی اور چند شاھد عادل مورد نزاع مسئلہ میں موجود ھوں اور اُس میں کوئی پچیدگی بھی نہ ھو.
کہ یہاں پر قدر مسلم صحیح فیصلہ کے موارد میں سے ایک ھے. یا کم از کم تمام شرائط کے ساتھ شرعی دلیلیں شھادت جیسی فیصلہ کا مستند ھوں کہ صحیح فیصلہ اور قضاوت کا دوسرا نسخہ ھے.لیکن قاضی کسی قاضی کے پاس جا کر اپنے علم کے مطابق جو شرعی دلیلوں اور علامات پر مستند نہیں ھے کہ حقیقت واقعہ کبھی اس علم کے مخالف اور کبھی اس کے موافق ھے . یہاں پر اسے علم پر کیسے اکتفا کی جاسکتی ھے اور اس کی دلیل کیا ھے؟قضاوت اور فیصلہ کے صحیح مورد میں قدر مسلم وہ حکم ھے جو دونوں ھی بنیادوں یعنی علم اور شھادت اور اُس جیسی چیزوں یا کم از کم شھادت اور تمام وہ دلیلیں جو شریعت نے فیصلہ کے باب میں مقرر فرمائی ھیں ، اختیار میں ھوں.نہ صرف قاضی کا علم جس کا کوئی ثابت اور شرعی مستند نہیں ھے.
ھم کو علم قاضی کے عدم حجیت کے بارے میں کسی عقلی یا شرعی دلیل کی ضرورت نہیں ھے ، بلکہ دلیل کا نہ ھونا ھی اس حجیت کے دلیل نہ ھونا ھے اور علم وقایع کی حجیت کی دلیلیں خود شخص کے لئے تھیں جو کسی چیز کے بارے میں علم یا قطع رکھتا ھے . لیکن اگر دوسرں تک تجاوز کرنا پائے تو اس کا (علم و قطع) ھر گز حجت نہیں ھے. مثلا آپ جانتے ھیں کہ میں مجتھد نہیں ھوں اس کے باوجود میں خود اپنے اور اللہ کے درمیان رکھ کر یہ جانتا ھوں کہ مجتھد ھو – کیا تمھارا علم خواہ جیسا بھی ھو ھمارے یقینی اجتھاد کو محکوم کر سکتا ھے ؟ کہ میں تمھارے علم کا اتباع کرتے ھوئے اپنے اجتھاد کو ترک کردوں اور تقلید کرنے لگوں؟ ھر گز ! کہ آیت(فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون) اس کے مخاطب خود وہ لوگ ھیں جو نہیں جانتے اور انھیں صاحبان علم سے سوال کرنا چاھیے. لیکن جو خود جانتے ھیں انھیں اپنی معلومات کے بارے میں سوال نہیں کرنا چاھیے. اگرچہ حضرت عالی اسے نادان اور غیر مجتھد جانتے ھیے، آپ عالم تکلیف کا محور نہیں ھے کہ کسی کے اجتھاد یا عدم اجتھاد کا حکم کریں.
جس طرح فیصلہ کے علاوہ مورد میں قاضی کا علم دوسرے کے خلاف کسی حکم کا مبنی نہیں ھے اسی طرح فیصلہ کے سلسلہ میے بھی طرفین

نزاع میں سے کسی ایک کے خلاف معنی نہیں بن سکتا . جیسا که بارها گذر چکا هے که قاضی شرع کو خود مجتهد هونا چاهیے اور اپنی رائی کے مطابق فیصله کرنا چاهیے هاں اگر اس کا نظریه طرفین یا کسی ایک کے نزاع کے اجتهاد یا اس کی تقلید کے خلاف هو اور وه اپنے اعلم کسی دیگر مجتهد کی رائ کے مطابق فیصله کرنے میں اس کااتباع نهیں کرسکتا؛ کیونکه جب اپنے غیر کی رائ کو واقع کے خلاف جانتا هے تو پهر کس طرح خلاف واقع فتوی کی بنیاد پر فیصله کرسکتا هے جبکه خود اس کا فتوی بهی اگر طرفین یا کسی ایک کی تقلید یا اس کے اجتهاد کے خلاف هو تو حکم کی بنیاد نهیں بن سکتا!

گواهی کے سلسله میں مسائل

۱- کیا دو شخص کی گواهی کے بدلے جائز هے ایک عادل شخص کی گواهی مدعی کی قسم کے ساتھ؟ معتبر، تمام علمائے کے نزدیک مورد قبول اور بهت ساری اخبار کے مطابق کافی هے، جیسا که کلینی اور شیخ نے صحیح خبر میں منصور بن حازم سے امام جعفر صادق(ع) سے ذکر کیا هے که آپ نے فرمایا: رسولخدا(ص) همیشه ایک شاهد اور مدعی (صاحب حق) کی قسم کے ساتھ اس کے حق میں فیصله کرتے تهے.[1] جیسا که جمله (صاحب حق) سے ظاهر هے اور دیگر معتبر احادیث کی روشنی میں یه واقعه صرف اور صرف مالی امور میں قابل قبول هے اور بس لیکن چاند، انسان کے قتل، زنا، لواط وغیره کے اثبات میں جاری نهیں هے.

۲- مالی امور میں چند اخبار کے مطابق دو عورت کی گواهی مدعی(صاحب حق) کی قسم بهی کافی هے . (جیسا که منصور بن حازم کی امام رضا (ع) سے منقول معتبر خبر میں هے .[2] طرفین یا کسی ایک فریق کا اقرار علمی اور غیر علمی دونوں دلیلوں کو هر وه حق میں لا دیتا هے که اگر قاضی کو علم هوا اور اسی کا علم اس گواهی کے مطابق هو لیکن فریق مخالف که قاضی کے علم کا مرکز اور اس کی شهادت کا محور هے، کا اقرار اس علم اور گواهی کے خلاف هے البته اُن شرائط کے ساتھ جو اقرار کرنے والے کے اقرار میں هے.یهاں پر صرف اقرار کافی هے که قاضی شرع کا مبنی هو – هاں اگر قاضی کا علم اس اقرار پر برتری رکھتا هو اور یه بهی جانتا هو که یه شخص واقع کے خلاف اپنے ضرر میں اقرار کر رها هے . اگر یه

[1] – کافی ،باب شهادۀ الواحد و ممن المدعی خبر٤؛ و استبصار باب ما تجوز فیه شهادۀ الواحد خبر٣.

[2] – الکافی، باب ما یجوز من شهادۀ النسأ و ما لایجوز خبر٢؛ و تهذیب باب النسیات ذیل خبر١٢٧.

اقرار بد گمانی کا مورد نہ ہو تو طبعاً قاضی کا علم بھی شہادت کے ساتھ بے اثر ہو جائے گا.
ظاھری شرعی دلیلیں جو کسی طرفین نزاع کے حق میں یا ضرر میں حکم صادر ہونے کی بنیاد میں وہ درجہ ذیل ھیں.
شہادت، قسم، اقرار و ید(کوئی مال کسی کے پاس ہو اور مدعی کے پاس دلیل ید اور تصرف سے بہتر دلیل نہ ھو) اور کتاب ت یعنی کسی نے اپنے ضرر میں ھوش و حواس میں کوئی چیز لکھی ھو اور اب اختلاف کے وقت اس کے مضمون کا انکار کر رھا ھے. یہ سب شرعی دلیلیں ھیں کہ کتاب و سنت میں فیصلہ کے اصول میں شمار ھوتی ھیں، لیکن دیگر دلیلیں اگرچہ قاضی کےعلم کا موجب بھی ھوں، فیصلہ کے سلسلہ میں ان کی حجیت پر ھمارے پاس کوئی دلیل نہیں ھے ، آخر کار یہ ھے کہ قاضی بھی دوسرے شخص کی طرح گذشتہ طریقوں سے ھٹ کر کوئی علم حاصل کرنے میں اس کو بنیاد قرار دے تو یہ خود ھی حق کے خلاف اور کتاب و سنت سے بھی ھمارے پاس کوئی دلیل نہیں ھے بلکہ پیغمبر اکرم(ص) سے گذشتہ معتبر حدیث کے مطابق فیصلہ کا مستند صرف اور صرف گواھیاں اور قسمیں اور اس کے مانند خبریں ھیں جو شرعی لحاظ سے حجت ھیے اور بس یھاں پر بار بار واضح الفاظ میں (عایت) درجہ استدلال کے ساتھ کہنا چاھیے کہ جنسی بے راہ روی میں اسلامی گواھی کی جاگزیں کوئی علم اور حضور نہیں ھو گیا اور دوسروں کے نزدیک اقرار بھی حاکم شرعی اگر زبردستی نہیں ھے تو حرام ھے – چہ جائیکہ زبردستی اقرار کرایا گیا ھو کہ اُس سے زیادہ حرام ھے اگر خوف و ھراس اجبار کے بغیر اقرار کی کسی غیر جنسی عمل کی انجام دھی پر دلالت کافی ھے ، لیکن یھی اقرار جبکہ جنسی بے راہ روی کا اعتراف، اقرار کرنے والے اختیاری فاصلہ کے ساتھ حد کیلئے تکرار ھو. قابل قبول نہیں ھے. کیونکہ ان موارد میں بھی رسول اکرم(ص) نے (نماھدیہ) کہ اس سلسلہ میں اقرار کرتا ھے کو بھی یھی فرمایا کہ شاھد تم نے یہ کام نہیں کیا ھے اور اگر کیا ھے تو جاؤ جاکر استغفار کرو وغیرہ... یعنی خود تمھارا یہ اقرار واجب تو نہیں ھے لیکن گناہ ھے ایسا گناہ کہ اگر جنسی بے راہ روی کے اعتراف کے لئے تکرار ھو تو نمایت درجہ بے شرمی ھے اور بے حیائی ھے ! اور آزادی کا اقرار ممنوع ھونے کے علاوہ معصوم کے لئے دو پھلو کے حامل جرمانہ واضح کرتا ھے کہ خود معصوم بھی ھیں اور آگاہ بھی! لیکن حد کا سبب نہیں ھے.
جنسی امور میں کہ انسان کی آبرو اور حثیت اس سے وابستہ ھے صرف گواھی مناسب اور قابل قبول ھے کہ حد شرعی کا کردار ادا

کرتا ھے. اور بس که اگر جرمانه کا صرف علم کافی هوتا تو اقرار کے علاوه معصوم کا علم دو گنا تها اور حد کا باعث! اور (لو لا جاؤا ....ص۶۷.) کیوں یه لوگ زنا کی نسبت دینے میں چار (مرد) گواه پیش نهیں کرتے اور چونکه ان لوگوں نے گواهوں کو پیش نهیں کیا پس یه لوگ خدا کے نزدیک چهوٹے هیں. که نه قاضی کا علم اور نه هی اس کا وهاں موجود هونا اور نه هی ملزم کا اعتراف اور اقرار حد کا سبب نهیں هے. یهاں پر صرف اور صرف نهی از منکر کا موضوع هے. یهاں تک که اگر ۳ عادل حاکم کسی کو زنا کرتے هوئے دیکهیں تو سب سے پهلے ان کی عدالت ساقط هو جائے گی اور اگر اس زنا کی دوسروں کو خبر دیں تو هر ایک کو ۸۰ کوڑے مارے جائیں گے اور یه ۸۰ کوڑے افترأ کی حد هے.

لیکن جو لوگ خدا سے بهی زیاده مقدس مآب بنتے هیں اور خود کو اس کے احکام کا محافظ جانتے هیں : اگر حاکم شرع اپنے کے مطابق حد جاری نهیں کرے گا تو جنسی بے راه روی زیاده هو گی تو ایسے کا جواب یه هے که شرعی لحاظ سے حد صرف جنسی بے راه روی سے متعلق نهیں هے.

بلکه یه کهلم کهلا خطر ناک جنسی بے راه روی کا پهلو هے جو حد آور هے که ایسا نه هو که اسلامی معاشره اس طرح کے زنا ، لواط یا کهلم کهلا مساعقه کا شکار هو جائے که ان کے درمیان سے گذرنے والے چهار گانه کا دل بغور مشاهده کریں سرمه دان میں سلائی کی طرح جنسی بے راه روی انجام پائے اور خدا نخواسته یه نا قابل واقعه کبهی کبهی یورپ کے بعض ممالک میں دیکهنے میں آتا هے ، بعض اسلامی معاشره میں بهی ویسا هو جائے گا.

همیں پیغمبر اور ائمه (ع) کے زمانه میں کسی ایسی جنسی بے راه روی کا علم نهیں هے جس کا شرعی گواهی کے بغیر صادر هوا هو اور حد کا باعث هوا هو. اس بنا پر همیں کهنا چاهیے که سارے سنگسار اور کوڑے (بالخصوص) اسلامی معاشره میں جنسی بے راه روی کی حد کے عنوان سے لگائے گئے هوں.

یه سارے کے سارے اسلام مخالف اور قرآنی نصوص کی ضد هیں اور اس سلسله میں که کس نے کیا کیا اور کیا کرے گا یه ساری تجسس ممنوع هیں اور پوشیده گناهوں میں اس کا پاسبانی صرف ایمان هے که اس کا ذمه دار اور محافظ هے بس شرعی و روحانی لباس کی آڑ میں جاسوسی کے عنوان سے روک تهام!

اگر کوئی گناه علی الاعلان اور شرعی گواهی کے بغیر انجام پائے تو دیکهنے یا جاننے والوں کی صرف ذمه داری نهی از منکر هے اور

بس. هاں اگر شهادت شرعی کے ساتھ هو تو حکم الهی کی بنیاد پر حد هے.

گواهی لینا اور دینا

جو شخص گواهی دینے کی صلاحیت رکھتا اس کے لئے یه ذمه داری قبول کرنا اور اس سے عیده بر هونا واجب کفائی هے. مگر ایک صورت میں که شاهد موجود میں منحصر هو تو اس وقت واجب عینی هو جائے گا اور آیات و روایات کے مطابق کبھی قبول کرنا اور گواهی کا فریضه ادا کرنا واجب هے اور اس کی خلاف ورزی موجب فسق هے جیسا که آیت ۲۰۲ سوره بقره میں ملاحظ کر تے هیں: (ولا یاب الشهدا.....ص۶۹.) گواهی دینے والے کبھی انکار نه کریں اگر انهیں گواهی کے لئے بلایا جائے خواه گواهی دینے کے لئے خواه گواهی لینے کے لئے اور هم سوره النسأ کی آیت ۱۳۵ میں پڑھتے هیں « یا أَیُّهَا الَّذینَ آمَنُوا کُونُوا قَوَّامینَ بِالْقِسْطِ شُهَداءَ لِلَّهِ وَ لَوْ عَلی أَنْفُسِکُمْ أَوِ الْوالِدَیْنِ وَ الْأَقْرَبینَ إِنْ یَکُنْ غَنِیًّا أَوْ فَقیراً فَاللَّهُ أَوْلی بِهِما فَلا تَتَّبِعُوا الْهَوی أَنْ تَعْدِلُوا وَ إِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ کانَ بِما تَعْمَلُونَ خَبیرا»

ان دونوں آیتوں میں دونوں رخ س صاحبان صلاحیت پر گواهی واجب قرار دیا گیا هے خواه شهادت لینے اور موقه واردات پر حاضر هونے کے بارے میں هو یا گواهی دینے اور عدل الهی کی عدالت میں حاضر هونا دونوں هی واجب هے . اور ان دونوں کی خلاف ورزی حرام هے اور منصف تمام بالخصوص قرآنی سوالوں کے جوابات کے لئے آماده هے . واسلام.........